ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 20 شمارہ 11 جون 2023ء - ذوالقعدۃ 1444ھ

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

جلد 20 شمارہ 11

جون 2023ء - ذوالقعدۃ 1444ھ

بشرفِ دعا
حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ
وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود

فی شمارہ......... 50 روپے
سالانہ......... 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..............اداروں کوقبلہ درست کرنے کا لمحۂ فکر .... مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط39)....سود کو بڑھا چڑھا کر کھانے کی ممانعت.....// // 5

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط20)...// // 12

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 17

خدا پر یقین کا قرآنی سبق..مولانا شعیب احمد 25

علم کے مینار: ..... فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف..... مفتی غلام بلال 27

تذکرۂ اولیاء: ....عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی

گورنروں کی تقرری (قسط6)..مولانا محمد ریحان 31

پیارے بچو!...................زیادہ بولنے کا انجام..................// // 33

بزمِ خواتین ...ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ).... مفتی طلحہ مدثر 35

آپ کے دینی مسائل کا حل ....تکفیر بازی ومغالطاتِ

سلفی کا جائزہ (قسط8)..ادارہ 42

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی

تحقیق (قسط11)..مفتی محمد رضوان 59

عبرت کدہ ....ستّر سرداروں کا انتخاب..........مولانا طارق محمود 62

طب وصحت...اسہال (یعنی دَست) Diarrhoea کا علاج...حکیم مفتی محمد ناصر 65

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز............// // 67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

اداروں کو قبلہ درست کرنے کا لمحۂ فکر

ہمارے یہاں اختیارات کے استعمال میں بے اعتدالی اور عدمِ توازن کی ایک طویل داستان ہے، جس نے ہمارے وطنِ عزیز کی جڑیں ہلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، جس ادارہ اور جس شخصیت کا جس وقت جس چیز پر بس چلا اور جس چیز پر کنٹرول حاصل ہوا، اس نے چلتا دریا سمجھ کر، اس میں ہاتھ دھونے میں کمی نہیں برتی، خواہ اس اختیار کا تعلق عدلیہ سے ہو، یا مقنّنہ سے ہو، یا فوج اور کسی بھی اسٹیبلشمنٹ کے شعبہ اور شخصیت سے ہو، جب بھی کسی نے سازگار ماحول دیکھا، تو اپنے ذاتی مفادات اور اغراض و مقاصد حاصل کرنے کے لیے اس نے دل کھول کر اور بے دردی کے ساتھ وطنِ عزیز کے اجتماعی مفادات پر چھریاں چلائیں، لوٹ مار کی، ڈاکہ ڈالا، اور اپنا الو سیدھا کر کے چلتا بنا، جس کے بعد پوری قوم اور ہر فرد نے اس کا خمیازہ بھگتا، اور آج تک سب بھگت رہے ہیں۔

اس قسم کی حرکات کے مرتکب لوگوں کے دلوں میں، اگر اللہ اور اس کے رسول کا ڈر، اور قبر و آخرت کے عذاب کا خوف ہوتا، یا وطنِ عزیز کے لئے اپنے آباء و اجداد کی دی ہوئی قربانیوں کو خاک میں ملانے، اور ان کی رسوائی کا باعث بننے کی اہمیت ہوتی، تو وہ ہرگز ایسا نہ کرنے کی جرائت نہ کرتے، بلکہ اگر دنیا میں ہی اپنے، اور اپنی نسلوں کے مستقبل کا خوف لاحق ہوتا، تب بھی اس قسم کی حرکات سے اپنے آپ کو بچاتے، کیونکہ ان لوگوں کے کرتوتوں سے آنے والے وقت میں ان کی نسلیں اور اولادیں بھی متاثر ہوتی ہیں، اور بسا اوقات ''مکافاتِ عمل'' کے نتیجہ میں یہ لوگ خود بھی دوسروں کے لیے کھودے گئے گڑھے میں گرتے ہیں۔

اس ''مکافاتِ عمل'' کی مثال ہمارے یہاں اسٹیبلشمنٹ اور عدلیہ، جیسے اہم اداروں سے وابستہ شخصیات کی کارروائی ہے، جس کے وقتاً فوقتاً کئے جانے والے مختلف اقدامات و فیصلے اور مخصوص اشخاص و جماعت کی بے جا ترجیحات نے ملک کے دیوالیہ کرنے اور خانہ جنگی اور ملک توڑنے کے

www.idaraghufran.org

مرحلہ تک نوبت پہنچنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، جس کے لیے ملک دشمن عالمی قوتیں عرصۂ دراز سے کوشاں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، مخلصین کی قربانیوں، دعاؤں اور مختلف سنجیدہ اور ملک وفا شخصیات کی مخلصانہ کوششوں کی برکت سے ایسا نہ ہوسکا۔

وطنِ عزیز میں ابھی گزشتہ دنوں، جناب عمران خان نیازی صاحب کی طرف منسوب جماعت کی، منفی، جارحانہ ومتشددانہ فکر کے حامل لوگوں کی طرف سے ملک بھر میں سرکاری وغیر سرکاری املاک، اور بطورِ خاص فوجی تنصیبات کی توڑ پھوڑ، جلاؤ گھیراؤ، اور بہیمانہ حملوں نے اس جماعت کو پہلے فوج اور مخصوص عدلیہ کی طرف سے، اور اب مخصوص ججوں کی طرف سے بھرپور طریقہ پر بے جا حمایت نے، ہمیں ایک مرتبہ پھر جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے، اور اس طرح کے تلخ تجربات اور نتائجِ بد کو طشت از بام کر دیا ہے، اگر ہم نے اب بھی آئندہ کے لئے موثر سبق حاصل نہ کیا، تو بہت بڑی بدقسمتی ہوگی۔

مشرقی پاکستان کے الگ ہونے کے بعد بھی ہم نے ملک کو کئی بار ہچکولے کھاتے، اور سنبھلتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن افسوس کہ ہم اب تک سنجیدہ طریقہ پر ان حالات سے عبرت وسبق حاصل نہ کرسکے، وقتی طور پر کچھ عبرت وسبق حاصل کرنے کی فضاء دکھائی دیتی ہے، جس سے محسوس ہونے لگتا ہے کہ اب ہمارے یہاں کے اہم اور مؤثر اداروں کے حل وعقد نے ایک بڑا سبق حاصل کرلیا ہے، لیکن جوں ہی تھوڑا وقت گزرتا ہے، اس کے بعد پھر کسی طرف سے اپنے اختیار اور طاقت کا غیر معتدل اور عدمِ توازن پر مبنی ناجائز اقدام، وطنِ عزیز کو پہلے کئے گئے ناکام مضر اور تلخ تجربہ میں دھکیل دیتا ہے، آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا، اب یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر چیز کی ایک حد مقرر ہے، اور ''ہر کمالِ را زوال'' والا معاملہ ہے۔

اب یہ لمحۂ فکر ہے کہ گذشتہ اور حالیہ واقعات وحالات اور تجربات سے ایک ہمہ گیر موثر سبق وعبرت حاصل کرکے پوری قوم اپنے ذاتی مفادات کو نظر انداز کرکے، اور تمام جمہوری وغیر جمہوری ادارے اپنا قبلہ درست کریں، اور آئین وقانون کی روشنی میں متحد ہوکر ملک وملت کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوں، تاکہ آئندہ اس قسم کے امتحان، اور نتائجِ بد کی نوبت نہ آسکے۔

اللہ تعالیٰ ملک وقوم کو ہر قسم کے شر وفتنہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران:قسط39،آیت نمبر130تا132) مفتی محمد رضوان

سود کو بڑھا چڑھا کر کھانے کی ممانعت

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (130) وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ (131) وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (132) (سورة آل عمران،رقم الآيات١٢٨ الی ١٣٢)

ترجمہ: اے وہ لوگو، جو ایمان لائے! مت کھاؤ تم سود کو، دوگنا اور چوگنا کر کے، اور ڈرو تم اللہ سے، تاکہ تم فلاح پاؤ (130) اور بچو تم اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے، کافروں کے لیے (131) اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے (132) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ تین آیات میں سے پہلی آیت میں مومنوں کو سود کو بڑھا چڑھا کر کھانے سے منع کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی اللہ سے ڈرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، اس کے بعد پھر ساتھ ہی اس کے اہم فائدہ کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور سورہ آلِ عمران کی مذکورہ دوسری آیت میں اس جہنم سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کو کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

اور سورہ آلِ عمران کی مذکورہ تیسری آیت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی اس کے اہم فائدہ کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں یہ فرمایا گیا کہ:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (130)

’’اے وہ لوگو، جو ایمان لائے! مت کھاؤ تم سود کو، دوگنا اور چوگنا کر کے، اور ڈرو تم اللہ سے، تاکہ تم فلاح پاؤ‘‘

مطلب یہ ہے کہ سود خور کا طریقہ یہ ہوا کرتا ہے کہ اس کو مقروض ومدیون سے جتنی مقدار لینے کا حق ہے، وہ اس سے بڑھ چڑھ کر لیتا ہے، اور وہ مدت کے عوض میں بھی سود لیتا ہے، جتنی مدت بڑھتی جاتی ہے، اسی اعتبار سے سود کی مقدار بھی بڑھتی چلی جاتی ہے، بعض اوقات تو یکدم ہی لمبی مدت کے مقابلہ میں سود کی مقدار کو دوگنا، چار گنا بڑھا دیا جاتا ہے، اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب مقررہ مدت آتی ہے، اور اس کو اپنی رقم ، یا مال واپس نہیں ملتا، تو اس پر مخصوص اضافہ کر دیا جاتا ہے، پھر اس کے بعد بھی مقررہ مدت پر وہ رقم ، یا مال نہ ملے، تو سود کی مقدار میں مزید اضافہ کر دیا جاتا ہے، اور سلسلہ اسی طرح آگے چلتا ہے، اور اگر ایک سے زیادہ لوگوں کے ساتھ، یا بار بار اس عمل کو دھرایا جائے، جیسا کہ سود خوروں، اور سودی کاروبار کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے، تو سود کے ذریعہ حاصل کردہ رقم اور مال کی مقدار بڑھ چڑھ کر کئی گنا ہو جاتی ہے، اور اگر بالفرض اتنی نہ بھی بڑھے، تب بھی سود خور کی حرص وطمع تو اپنی موجودہ رقم کو اس حرام کام کے ذریعہ کئی گنا بڑھانے کی ہوتی ہے، وہ اس حرص وطمع کی وجہ سے ہی سودی کام کرتا ہے، جس کی حرص وطمع کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھرتی ہے، جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

سود کی ان تمام صورتوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم شامل ہے کہ:

’’ لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً‘‘ ’’مت کھاؤ تم سود کو، دوگنا اور چوگنا کر کے‘‘

پھر سود خور کو اپنے نفس سے مال کی حرص وطمع کو دور کرنا ایک مشکل کام ہے، اس لئے آیت کے اگلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے خاص انداز میں اس کا آسان علاج ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

’’وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ‘‘ ’’اور ڈرو تم اللہ سے، تاکہ تم فلاح پاؤ‘‘

آیت کے اس مختصر جملہ میں اللہ سے ڈرنے کا حکم فرمایا گیا ہے، ساتھ ہی اس پر مرتب ہونے والے فلاح کے نتیجہ کو بھی بیان فرما دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ حقیقی فلاح اور کامیابی، اللہ کے خوف میں ہے، اور سود خور اگر مال میں کمی کا ڈر اور خوف

دل سے نکال کر دل میں اللہ کا خوف پیدا کرے، پھر اس کے ذریعہ سے وہ اپنے آپ کو سود سے بچائے، تو وہ حقیقی کامیابی پاتا ہے۔

پھر یوں تو سود کا عذاب ہی بہت سخت ہے، لیکن جس نسبت سے سود خور اپنے سود کی مقدار کو بڑھاتا ہے، اسی نسبت سے اس عذاب میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰه وَمَا هُنَّ؟ قَالَ :اَلشِّرْكُ بِالله، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ (بخاری، رقم الحديث ٢٧٦٦، كتاب الوصايا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ہلاک کرنے والے گناہ کون سے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور جادو کرنا، اور اس جان کو قتل کرنا، جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، مگر یہ کہ وہ قتل حق پر مبنی ہو (کہ جس کو خود شریعت نے قتل کرنے کا حکم دیا ہو) اور سود کھانا، اور یتیم کا مال کھانا، اور جہاد کے موقع پر پیٹھ پھرانا، اور مومن پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانا (بخاری)

اور سود خور جو یہ خیال کرتا ہے کہ سود کے ذریعہ بڑھ چڑھ کر مال بٹورنے، اور اکھٹا کرنے سے اس کے مال میں بڑھوتری ہوتی ہے، تو یہ اس کے نفس کا دھوکہ ہے، کیونکہ یہ بڑھوتری ایسی ہی ہے، جیسا کہ کسی مریض و بیمار کا بدن اور جسم بیماری سے پھول کر موٹا ہوجائے، اور اس کو دیکھ کر ناواقف شخص اپنی صحت میں اضافہ سمجھے، ظاہر ہے کہ اگر وہ ایسا سمجھے گا، اور اپنے موٹاپے کو بڑھاتا جائے گا، تو ایک دن اس کا نتیجہ سخت بیماری اور خطرناک موت کی صورت میں نکلے گا۔

پس اسی طرح سود کے ذریعہ سے مال میں حقیقی اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ کمی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سود کو مال میں کمی کا، اور صدقہ وخیرات اور اپنے راستہ میں خرچ کرنے کو مال میں خیر

وبرکت کاذریعہ بنایا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے کہ:

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرۡبِي الصَّدَقَاتِ (سورة البقرة،رقم الآية ٢٧٦)

ترجمہ: مٹاتا ہے اللہ ''سود'' کو اور بڑھاتا ہے وہ صدقات کو (سورہ بقرہ)

اورسورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی گذر چکا ہے کہ:

مَنۡ ذَا الَّذِي يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً وَاللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡسُطُ وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (سورة البقرة،رقم الآية ٢٤٥)

ترجمہ: کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرضِ حسن، پھر بڑھادے اس کو وہ (اللہ) بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر، اور اللہ ہی تنگی کرتا ہے، اور کشادگی کرتا ہے، اور اسی کی طرف لوٹایا جائے گا تم کو (سورہ بقرہ)

اورسورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی گذر چکا ہے کہ:

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ أَمۡوَالَهُمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۡبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِيۡ كُلِّ سُنۡبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنۡ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ (سورة البقرة،رقم الآية ٢٦١)

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے اموال کو اللہ کے راستے میں، ایسی مثال ہے، جیسے ایک دانہ اگائے سات بالیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ اضافہ کردیتا ہے، جس کے لئے چاہتا ہے، اور اللہ واسع، علیم ہے (سورہ بقرہ)

اورسورہ حدید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَنۡ ذَا الَّذِيۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجۡرٌ كَرِيۡمٌ (سورة الحديد،رقم الآية ١١)

ترجمہ: کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرضِ حسن، پھر بڑھادے وہ (اللہ) اس کے لئے، اور اس کے لئے اجرِ کریم ہے (سورہ حدید)

اور سورہ حدید ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ (سورة الحديد، رقم الآية ١٨)

ترجمہ: بے شک صدقہ کرنے والے مرد، اور صدقہ کرنے والی عورتیں، اور جنہوں نے قرض دیا اللہ کو قرضِ حسن، بڑھا دیتا ہے وہ (اللہ) ان کے لئے، اور ان کے لئے اجرِ کریم ہے (سورہ حدید)

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ" :مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى قِلَّةٍ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٢٢٧٩)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا بھی سود زیادہ سے زیادہ جمع کر لیا جائے، لیکن بالآخر وہ کم ہو کر رہتا ہے (ابن ماجہ)

معلوم ہوا کہ سود کے ذریعہ سے مال میں حقیقی برکت اور اضافہ نہیں ہوتا، اور وہ بالآخر ایک دن کم ہو کر اور گھٹ کر رہتا ہے، یا دوسرے مال کو بھی اپنے ساتھ لے کر ڈوبتا ہے، خواہ اس کی شکل کوئی بھی ہو، مثلاً کوئی حادثہ ایسا آجائے کہ سود کے ذریعہ حاصل کیا ہوا، یہ مال اس کی بھینٹ چڑھ جائے۔ بعض اوقات یہ حادثہ زلزلہ، اور سیلاب کی شکل اختیار کر کے مال اور جان کی بڑی تباہی کی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے۔

پھر اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی دوسری آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ:

"وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ"

"اور بچو تم اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے، کافروں کے لیے"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کو اصل میں تو کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے، مومنوں کو اس سے بچنے کی فکر و تیاری نہ کرنا، بڑی بدقسمتی کی بات ہے، اور کفر ہی جہنم کا ٹھکانا بننے کا اصل سبب ہے، اسی لئے کفر کو اختیار کرنے والا، اس ٹھکانے میں ہمیشہ رہے گا، اور وہ کبھی بھی اس سے نجات نہیں پا سکے گا، اور جتنے بھی گناہ ہیں، بطور خاص بڑے بڑے اور اہم گناہ، جن میں سود خوری کا گناہ بھی شامل

ہے،وہ کفر کی شاخیں ہیں،ظاہر ہے کہ اگرچہ شاخ پر جڑ اور درخت کا وجود موقوف نہیں ہوتا،لیکن جڑ اور درخت کا اثر اس کی شاخوں میں بھی آتا ہے۔

جہنم کے کافروں کے لئے تیار ہونے کا ذکر قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی آیا ہے۔

جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَـاتَّـقُـوُا الـنَّـارَ الَّتِـیُ وَقُـوُدُهَـا النَّاسُ وَالُحِجَارَةُ أُعِدَّتُ لِلُكَافِرِيُنَ (سورة البقرة،رقم الآية ۲۴)

ترجمہ: پس ڈرو تم اس آگ سے کہ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے (سورہ بقرہ)

پس مومن کو گناہ کا ارتکاب کرکے کافروں کے جہنم والے ٹھکانے میں جانے کو گوارا کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔

پھر اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی تیسری آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ:

”وَاَطِيُعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوُلَ لَعَلَّكُمُ تُرُحَمُوُنَ“

”اوراطاعت کرو تم اللہ کی اور رسول کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے“

اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ سود سے بچنے کا حکم ہو، یا کوئی دوسرا حکم ہو، ہر ایک موقع پر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، جس کے نتیجہ میں تم اللہ کے رحم کے مستحق ہو جاؤ گے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيُـمُـوُا الـصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيُعُوُا الرَّسُوُلَ لَعَلَّكُمُ تُرُحَمُوُنَ (سورة النور،رقم الآية ۵۶)

ترجمہ: اور قائم کرو تم نماز کو اور اداء کرو تم زکاۃ کو اور اطاعت کرو تم رسول کی، تا کہ تم پر رحم کیا جائے (سورہ نور)

معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی، اور بطورِ خاص سودخوری سے اللہ کی ناراضگی اور غیظ وغضب نازل ہوتا ہے، اور اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری سے،

جس میں سود سے بچنا بھی داخل ہے، اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

اور ویسے تو اللہ کی اطاعت کے حکم میں اس کے رسول کی اطاعت کا حکم بھی داخل ہے، اسی لئے بعض آیاتِ قرآنی میں صرف اللہ کی اطاعت کے حکم پر اکتفاء کیا گیا ہے، لیکن چونکہ بعض لوگ صرف قرآن کو مانتے ہیں، اور اس کے رسول کے حکم کو نہیں مانتے، یا اس کو اہمیت نہیں دیتے، جبکہ بہت سے احکام، یا ان کی تفصیل کا ذکر احادیث میں آیا ہے، جیسا کہ سود کی بعض تفصیلات کا ذکر بھی احادیث میں آیا ہے، اس لئے اللہ کی اطاعت کے ساتھ، اس کے رسول کی اطاعت کی بھی صراحت ساتھ ہی کر دی گئی ہے۔

وساوِس اور حقائق

قرآن وسنت، فقہاء ومحدثین اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں وسوسوں کی حقیقت اور ان کے احکام، وسوسوں کی اقسام وانواع، وسوسوں کے گناہ ہونے نہ ہونے کا حکم، وسوسوں پر عمل اور ان کی تصدیق کے نتائج ونقصانات، وہم اور مالیخولیا کی بیماری کی حقیقت اور اس سے متعلق واقعات، ایمان، گناہ، ناپاکی، حرمت، طہارت، استنجاء، وضوء، غسل، نماز، طلاق اور خواب وغیرہ سے متعلق وسوسوں پر تفصیلی کلام، پاکی وناپاکی اور حلت وحرمت سے متعلق اہم اصول اور مسائل، اور ناپاک چیز کو پاک کرنے کی سہل وآسان صورتیں، وسوسوں کے ضرر ونقصان سے حفاظت کا طریقہ۔

مصنِّف : مفتی محمد رضوان

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط20)

محمود شکری آلوسی کا تیسرا حوالہ

علامہ محمود شکری آلوسی مذکورہ تالیف میں ہی آگے چل کر علامہ ابنِ تیمیہ کی تائید کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ:

فهـذه الأحـاديـث الـمعـروفة عند أهل العلم التی جائت من وجوه حسان يصدق بـعـضهـا بـعضا، وهی متفقة علی أن من صلی عليه وسلم من أمته فإن ذلک يبلغه ويـعـرض عـلـيـه، ولـيـس فـی شـیء منها أنه يسمع صوت المصلی عليه والمسلم بنفسه، إنما فيها أن ذلک يعرض عليه ويبلغه صلی الله عليه وسلم تسليما.

ومـعلوم أنه أراد بذلک الصلاة والسلام الذی أمر الله به، سواء صلی عليه وسلم فی مسجده أو مدينته أو مكان آخر، فعلم أن ما أمر الله به من ذلک فإنه يبلغه.

وأمـا من سلم عليه عند قبره فإنه يرد عليه، وذلک كالسلام علی سائر المؤمنين، لـيـس هـو مـن خـصـائصه، ولا هو السلام المأمور به الذی يسلم الله علی صاحبه عشـرا كـمـا يـصـلـی عـلـی من صلی عليه عشرا، فإن هذا هو الذی أمر الله به فی الـقـرآن، وهـو لا يـخـتـص بمكان دون مكان وقد تقدم حديث أبی هريرة أنه يرد السـلام عـلـی مـن سـلـم عليه، والمراد عند قبره، لكن النزاع فی معنی كونه عند الـقبـر هـل الـمـراد فـی بيتـه كـمـا يراد مثل ذلک فی سائر ما أخبر به من سماع الـمـوتـی إنما هو لمن كان عند قبورهم قريبا منها، أو يراد به من كان فی الحجرة كـما قاله طائفة من السلف والخلف؟ وهل يستحب ذلک عند الحجرة لمن قدم مـن سـفـر أو لمن أراده من أهل المدينة أو لا يستحب بحال؟ وليس الاعتماد فی سماعه ما يبلغه من صلاة أمته وسلامهم إلا علی هذه الأحاديث الثابتة.

فأما ذاک الحديث وإن كان معناه صحيحا فإسناده لا يحتج به، وإنما يثبت معناه بـأحاديث أخر، فإنه لا يعرف إلا من حديث محمد بن مروان السدی الصغير، عن الأعمش، كما ظنه البيهقی، وما ظنه فی هذا هو متفق عليه عند أهل المعرفة، وهو عندهم موضوع علی الأعمش.

قـال عبـاس الـدوری؛ عـن يـحيی بن معين: مـحـمـد بن مروان ليـس بثقة.وقال البخاری: سكتوا عنه لا يكتب حديثه البتة.وقال الجوزجانی: ذاهب الحديث.

وقال النسائی: متروک الحدیث.وقال صالح جزرۃ: کان یضع الحدیث.
وقال أبو حاتم الرازی والأزدی: متروک الحدیث.وقال الدارقطنی: ضعیف.
وقال ابن حبان: لا یحل کتب حدیثہ إلا اعتبارا، ولا الاحتجاج بہ بحال.
وقال ابن عدی: عامۃ ما یرویہ غیر محفوظ، والضعف علی روایاتہ بین.
فھذا الکلام علی ما ذکرہ من الحدیث مع أنا قد بینا صحۃ معناہ بأحادیث أخر.
وھو لو کان صحیحا فإنما فیہ أنہ یبلغ صلاۃ من صلی نائیا، لیس فیہ أنہ یسمع ذلک کما قد وجدتہ منقولا عن ھذا المعترض فإن ھذا لم یقلہ أحد من أھل العلم ولا یعرف فی شیء من الحدیث، إنما یقولہ بعض الجھال، یقولون إنہ یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ یسمع بأذنیہ صلاۃ من صلی علیہ فالقول بأنہ یسمع ذلک من نفس المصلی باطل. وإنما فی الأحادیث المعروفۃ أنہ یبلغ ذلک ویعرض علیہ، وکذلک تبلغہ الملائکۃ.
وقول القائل: إنہ یسمع الصلاۃ من بعید؛ ممتنع فإنہ إن أراد وصول صوت المصلی إلیہ فھذہ مکابرۃ، وإن أراد أنہ بحیث یسمع أصوات الخلائق من البعد فلیس ھذا إلا للہ رب العالمین الذی یسمع أصوات العباد کلھم (غایۃ الأمانی فی الرد علی النبھانی، ج۱، ص ۲۵۹ الیٰ ۲۶۱، اجوبۃ لشیخ الاسلام علی بعض اعتراض الاخنائی)

ترجمہ: پس یہ احادیث اہلِ علم کے نزدیک معروف ومشہور ہیں، جو مختلف حسن سندوں سے وارد ہوئی ہیں، اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں، اور وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے، تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے، اور آپ پر اس کو پیش کردیا جاتا ہے، لیکن ان میں سے کسی حدیث میں بھی یہ بات مذکور نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے اور آپ پر سلام پڑھنے والے کی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس سنتے ہوں، بلکہ ان احادیث میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو پیش کیا جاتا ہے، اور پہنچایا جاتا ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس سے مراد وہ صلاۃ وسلام ہے، جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے، خواہ وہ صلاۃ وسلام آپ کی مسجد میں ہو، یا مدینہ منورہ میں ہو، یا کسی دوسری جگہ ہو (اور خواہ نماز میں ہو، یا غیر نماز میں) جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جس عمل کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ عمل بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔

اور جہاں تک اس شخص کے سلام کا تعلق ہے، جو آپ کی قبر کے قریب کرے، تو اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب بھی دیتے ہیں، اور یہ قبر کے قریب کیے جانے والا سلام، اُس سلام کی طرح ہے، جو تمام مومنوں کو کیا جاتا ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے نہیں، اور نہ ہی یہ وہ سلام ہے، جس کا حکم دیا گیا ہے کہ اس کے پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ سلامتی نازل فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والے پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے، کیونکہ اس صلاۃ وسلام کا تو اللہ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے، اور یہ صلاۃ وسلام کسی مکان کے ساتھ مختص نہیں، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص سلام کرتا ہے، تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں'' جس سے قبر کے قریب کیے جانے والا سلام مراد ہے، لیکن اس کے قبر کے قریب ہونے کے معنیٰ میں نزاع واختلاف ہے کہ کیا اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت ہے، جیسا کہ اسی کے مثل اُن تمام چیزوں میں مراد لیا جایا کرتا ہے، جن میں سماعِ موتٰی کی خبر دی گئی ہے کہ وہ اس شخص کے لیے ہے، جو قبر کے قریب ہو، یا اس سے مراد وہ شخص ہے، جو حجرے میں ہو، جیسا کہ سلف اور خلف کی ایک جماعت کا قول ہے، اور کیا یہ حجرے کے قریب اس شخص کے لیے مستحب ہے، جو سفر سے آیا ہو؟ یا اس کے لیے بھی ہے، جو قبر پر آنے کا ارادہ کرے، خواہ وہ مدینہ منورہ کا ہی شخص ہو، یا یہ سلام کسی حال میں بھی مستحب نہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی امت کے پہنچنے والے صلاۃ وسلام کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کرنے کے متعلق اعتماد، صرف ان ہی ثابت احادیث پر کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے (جس میں قبر کے قریب والے سلام کو سننے کا ذکر ہے) تو اگرچہ اس کے معنیٰ صحیح ہیں، لیکن اس کی سند قابلِ حجت نہیں، اور اس کے معنیٰ دوسری احادیث سے ثابت ہیں (جن سے سماعِ موتی کے مسئلہ پر استدلال کیا جاتا ہے) کیونکہ یہ (مذکورہ) حدیث ''محمد بن مروان سُدی صغیر'' کی ''اعمش'' سے مروی

سند سے ہی معروف ہے، جیسا کہ بیہقی نے گمان کیا ہے، اور اہلِ معرفت کے نزدیک اس سلسلہ میں امام بیہقی کا گمان متفق علیہ ہے، لیکن یہ حدیث اہلِ معرفت کے نزدیک ''اَعمش'' کے نام پر گھڑی گئی ہے۔

عباس دوری نے یحییٰ بن معین کے حوالہ سے فرمایا کہ محمد بن مروان ثقہ نہیں ہے۔

اور بخاری نے فرمایا کہ محدثین نے اس شخص سے سکوت اختیار کیا ہے، اس کی حدیث کو ہرگز نہیں لکھا جائے گا۔ اور جوزجانی نے اس شخص کو ''ذاھبُ الحدیث'' قرار دیا۔

اورنسائی نے ''متروکُ الحدیث'' قرار دیا۔ اور صالح جزرہ نے فرمایا کہ یہ شخص حدیث کو گھڑا کرتا تھا۔ اور ابو حاتم رازی اور ازدی نے اس کو ''متروکُ الحدیث'' قرار دیا۔ اور دارقطنی نے ضعیف کہا۔

اور ابنِ حبان نے فرمایا کہ اس شخص کی حدیث کو لکھنا حلال نہیں، سوائے اعتبار کے، اور اس شخص سے کسی حال میں دلیل پکڑنا حلال نہیں۔

اور ابنِ عدی نے فرمایا کہ اس شخص کی عام روایات غیر محفوظ ہیں، اور اس کی روایات میں ضعف بالکل واضح ہے۔

پس مذکورہ حدیث کے متعلق تو یہ کلام ہے، اور ہم اس کے معنیٰ کی صحت دوسری احادیث کے ذریعہ بیان کر چکے ہیں (جن سے قبر کے قریب کیے ہوئے سلام کا سننا معلوم ہوتا ہے، اگرچہ قرب و بعد کے مفہوم و مصداق میں مختلف اقوال کیوں نہ ہوں)

اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ سلم پر دور سے درود پڑھتا ہے، تو اس کا درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا جاتا ہے، اس میں اس بات کی تصریح نہیں کہ دور سے پڑھے ہوئے درود کو نبی صلی اللہ علیہ سلم خود سنتے ہیں، جیسا کہ اس معترض کی طرف سے نقل کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بات اہلِ علم میں سے کسی نے بھی نہیں کہی، اور نہ ہی کسی حدیث میں یہ بات معروف ہے، بلکہ یہ بات تو بعض جہلاء نے کہی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی رات میں اور جمعہ

کے دن میں جو شخص نبی صلی اللہ علیہ سلم پر درود پڑھتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کانوں سے اس کو سنتے ہیں، پس یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دور سے درود پڑھنے والے کے درود کو براہِ راست خود سنتے ہیں، باطل ہے، بلکہ مشہور احادیث میں یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے گئے درود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے، اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ سلم پر پیش کیا جاتا ہے، اور اسی طریقہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھی فرشتے پہنچاتے ہیں، اور کہنے والے کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دور سے پڑھے گئے درود کو سنتے ہیں، یہ ناممکن ہے، کیونکہ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ دور سے درود پڑھنے والے کی آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے، تو یہ ضد اور ہٹ دھرمی ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی آوازوں کو دور سے سنتے ہیں، تو یہ صفت اللہ ربُّ العالمین کے ساتھ خاص ہے، جو اپنی تمام مخلوق کی آواز کو (ہر مقام سے) سنتا ہے (اللہ کے علاوہ کسی اور کو یہ قدرت حاصل نہیں) (غاية الأماني)

علامہ ابنِ تیمیہ کے حوالہ سے اس قسم کی عبارت پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ (جاری ہے............)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

اعتدال نہ ہونے کا شکوہ

(10-شوال المکرّم-1444ھ)

لاہور کے ایک شمارہ میں بندہ محمد رضوان کے متعلق ایک صاحب کی یک صفحاتی نمایاں تحریر شائع ہوئی، جس میں پہلے بھی ایک صفحہ پر بندہ کے متعلق اسی نوعیت کا یک صفحاتی مضمون شائع ہوا تھا، اور اس پر بندہ پہلے کلام کر چکا ہے، اس تازہ شمارہ کے مضمون میں، درجِ ذیل عنوان قائم کیا گیا:

''مولانا مفتی محمد رضوان کی تحریرات میں اعتدال نہیں ہے''

پھر اس عنوان کے ضمن میں عصرِ حاضر کے ایک صاحبِ علم کا یہ قول نقل کیا گیا کہ انہوں نے بندہ کے متعلق صاحبِ تحریر سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ان میں اعتدال نہیں ہے''

اور اس بے اعتدالی کے شکوہ کی اصل وجہ صاحبِ تحریر کی طرف سے ان الفاظ میں درج کی گئی کہ:

''مفتی رضوان صاحب بڑے زور شور سے اپنی تحریرات کے ذریعہ اہلِ تشیّع کو تقویت وفائدہ پہنچا رہے ہیں''

اور اس کے بعد صاحبِ تحریر کی طرف سے مذکورہ مدعا کا نتیجہ ان الفاظ میں تحریر فرمایا گیا کہ:

''بندہ جملہ اہلِ اسلام، خصوصاً برادرانِ اہلِ سنت سے گذارش کرتا ہے کہ جو حضرات چودہ سو سال کے علمائے اہلِ سنت کی تحقیقات کے مطابق مذہبِ اہلِ سنت، مسلکِ احناف اور مشربِ دیوبند سے اپنے آپ کو وابستہ وپیوستہ رکھنا چاہتے ہیں، وہ مفتی محمد رضوان صاحب کی تحریرات وتحقیقات کو ہرگز قابلِ اعتماد نہ سمجھیں''

اور پھر اس تحریر کا اختتام اس دعاء پر کیا گیا کہ:

''اللہ تعالیٰ مفتی رضوان صاحب کی بے اعتدالیوں سمیت ہر قسم کی بے اعتدالیوں سے

امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں''۔

جو کچھ اس تحریر کے ضمن میں باتیں لکھی گئیں، ان پر مدلل و مفصل کلام کی گنجائش ہے، لیکن سرِ دست صرف اتنا عرض ہے کہ بے اعتدالی تو واقعتاً ہر معاملہ میں قابلِ شکایت چیز ہے، جس میں اہلِ انصاف وذی شعور کی دورائے ہونا مشکل ہے، لیکن اس قسم کی شکایت تو آج کے غیر معتدل مزاج زمانہ میں ہر شخص کو اپنے موقف سے مخالفت کرنے والے کو ہے، ہر شخص اپنے پسندیدہ موقف کے مخالف کے بارے میں یہی رائے رکھتا ہے، اگر وہ زبان سے اس کا اظہار نہ کرے، لیکن کم از کم دل میں تو اس کا شکوہ رکھتا ہی ہے، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اعتدال کا معیار بھی ہر شخص کے نزدیک اس کا پسندیدہ موقف ہی ہوگا، پھر اس معیار کے مطابق ہر مخالف موقف کا حامل دوسرے کی نظر وفکر میں ''غیر معتدل'' شمار ہوگا، اور ان میں سے ہر ایک اپنی نظر وفکر کے مطابق اپنے نزدیک ''معتدل'' شمار ہوگا، اور اس طرح اعتدال کا کوئی بھی جامع ومانع معیار طے نہیں ہوسکے گا، جب تک کسی کی طرف سے ایسی مؤثر شرعی دلیل پیش نہ کی جائے، جو دوسروں کی دلیل پر غالب ہو، اور اس کو قبول کرنے میں ضد وعناد اور تعصب وتحزب سے بالاتر ہوکر عدل وانصاف کو بروئے کار نہ لایا جائے، جو آج تعصب وتحزب اور غلو ومبالغہ آرائی کے دور میں ''عنقا'' ہوتا جارہا ہے۔

جہاں تک ''مذہبِ اہلِ سنت'' کا تعلق ہے، تو اس کو اہلُ السنۃ والجماعۃ محققین نے صدیوں پہلے اپنی تالیفات وتحریرات میں بیان فرمادیا ہے، اور اس سلسلہ میں جو باہمی فرعی نوعیت کے اختلافات ہیں، ان کی نشاندہی بھی فرمادی ہے، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ سے وابستہ لاکھوں کروڑوں افراد مختلف مسالک ومشارب کی شکلوں میں الحمدللہ تعالیٰ دنیا کے کونوں کونوں میں پھیلے ہوئے ہیں، جن میں اہلِ حق کے مختلف مسالک سب ہی داخل ہیں۔ اور اس سلسلہ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے باہمی فروعی نوعیت کے ان اختلافات کو مسلکِ اہلِ سنت سے خارج سمجھنے والا دراصل غیر معتدل کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

ترجمانِ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' نامی مفصل کتاب کے مقدمہ میں ''دیوبند'' کے علمی مسلک کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مدرسہ دیوبند کے اس جامع اور معتدل فکر، یا مسلک کا مقصد اور مطمحِ نظر ہندوستان

www.idaraghufran.org

کے تمام مسالکِ حقہ اور اہلِ مسالک کو باہم جوڑنا تھا، جبکہ اس وقت ملک میں جماعتی تشتّت، جزوِ مسلک بنا ہوا تھا، اور سارے مسالک اور مسالک والے مسلکی تفاوت کی وجہ سے باہم دست وگریبان تھے، الا ماشاء اللّٰہ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۲۷، مقدمہ، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی)

مذکورہ تالیف کے مقدمہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:

تمام ائمہ کے فقہی مراتب بحیثیتِ مجموعی اس (دیوبندی) مسلک میں آجاتے ہیں، زیادہ سے زیادہ راجح ومرجوح، یا افضل ومفضول، یا اصل وفرع، یا عزیمت ورخصت کا فرق نکل سکتا ہے، البتہ کہیں کہیں جائز وناجائز کا بھی فرق پیدا ہوتا ہے، مگر قلیل، سواس سے فقہ حنفی کی جامعیت اور دوسرے فقہوں کے برحق ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ دو نصوص باہم متعارض ہوں، یا ایک ہی نص کے دو پہلو فقہی طور پر متعارض ہوں، اس لیے اجتہادی فروعات میں اختلاف تو ہوجاتا ہے، مگر خلاف ونزاع کی کوئی شکل پیدا نہیں ہوسکتی کہ کسی فقہی مسلک سے اعراض، یا گریز کی تہمت آئے، اس لیے ائمہ اجتہاد کی حقانیت وعظمت بھی ان کی شان کے مناسب قائم رہتی ہے، اور ان کے فقہی مسلک کی صداقت وعظمت اور تعظیم وتوقیر میں بھی فرق نہیں آتا، پھر یہ اختلاف بھی حق وباطل کا نہیں ہوتا کہ باعثِ کش مکش ہو، بلکہ محض (اجتہادی وظنی) خطأ وصواب کا ہوتا ہے، جن میں سے کوئی بھی پہلو اجر سے خالی نہیں، اور ظاہر ہے کہ جب سارے فقہوں اور فقیہوں کے اجتہادات اس طرح ایک مرکز پر جمع ہوکر درجہ بدرجہ اپنے اپنے مقام ومرتبہ کے مناسب قائم رہتے ہیں، تو نہ صرف یہ کہ نزاع وجدال کے رخنے مسدود ہوجاتے ہیں، بلکہ قدرِ مشترک کے طور پر ایک ما بہ الاتحاد بھی پیدا ہوجاتا ہے، جس کے تحت یہ سارے فقہ اور فقہی مراتب نہ صرف معتبر ہی ٹھہرتے ہیں، بلکہ ایک مرکز پر سمٹ آتے ہیں، جو اس (دیوبندی) مسلک کی جامعیت کی کھلی دلیل ہے۔ رہے فِرَقِ حقۂ اسلامیہ جو اصول ومبانی میں متحد رہ کر فروعی عقائد کے معانی میں بتقضائے قواعدِ شرعیہ کچھ مختلف ہیں، تو ظاہر ہے کہ اس کا منشاء بھی اجتہادی نظر وفکر ہی ہے، جس سے بتفاوتِ

www.idaraghufran.org

اجتہاد، متفاوت نظریات قائم ہوکر عقیدے کی صورت اختیار کرلیں، اور وہ فرقہ سمجھے جانے لگیں، دراں حالیکہ وہ فرقہ نہیں ہوتے، جبکہ تمام اصول اور مبانیِ اسلام میں متحد ہیں۔لیکن حضرت شاہ (ولی اللہ) صاحب رحمہ اللہ کا مسلک، جبکہ جامع نص واجتہاد ہے،تو ان فروعی عقائد کا بھی کوئی اجتہادی پہلو جب تک کہ شریعت کے بنیادی اصول اوراساسی قواعدوضوابط سے متصادم نہ ہو، ناقابلِ قبول نہیں رہتا، بجز اس کے کہ اس پہلو کو مسئلہ کا بنیادی مقام دینے کے بجائے، اُسے ضمنی، فرعی مقام پر رکھ دیا جائے، ترک نہیں کیا جاتا، اس طرح سے کوئی بھی حقانی فرقہ اوراس کا کوئی بھی اعتقادی مسئلہ، جبکہ تھوڑی سی توجیہ کے بعد اس مسلک سے باہر نکلنے نہیں پاتا، صرف مقصدی اور غیر مقصدی درجہ کا فرق باقی رہ جاتا ہے، تو اسے بھی کلیۃً متروک کردینے کی صورت پیدا نہیں ہوتی، جبکہ وہ کسی نص کے محتملات، یا کسی شرعی اصول کی فرعیات کے دائرہ میں ہے، اس لیے اس جامع مسلک میں یہ اسلامی فرقے بھی اصل فرقۂ حقہ سے کلیۃً جدا نہیں ہوتے، بلکہ اس سے قریب تر ہوجاتے ہیں، صرف فرقِ باطلہ ہی باہر رہ جاتے ہیں، جو حق کے دائرہ میں داخل ہی ہونا نہیں چاہتے (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص۲۹و۳۰، مقدمہ)

اور ترجمانِ دارُالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنی تالیف ''علماءِ دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج'' میں تحریر فرماتے ہیں:

شرعی مذاہب میں مذہبِ اہل سنت والجماعت، بلحاظِ اساس و بنیاد اعدلُ المذاہب ہے،اوراس کے پیروخواہ وہ حنفیہ ہوں، یا شافعیہ، مالکیہ ہوں، یا حنابلہ، بہ تفاوتِ اصولِ تفقّہ، اہلُ السنّت والجماعت ہیں (علماءِ دیوبند کا دینی رُخ و مسلکی مزاج، ص ۲۵، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، باراول، ذوالقعدہ 1408ھ، جولائی 1988ء)

حضرت موصوف ہی مندرجہ بالا تالیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ان (علمائے دیوبند) کا جماعتی مزاج معتدل بھی ہے اور متوسط بھی، جس میں نہ غلو ہے نہ مبالغہ، اوراس توسط اور وسعتِ نظری کی بدولت نہ ان کا مشغلہ تکفیر بازی ہے، نہ دشنام طرازی، نہ کسی کے حق میں سبّ وشتم اور تبرّا ہے، نہ بدگوئی، نہ عناد وحسد اور طیش ہے،

نہ غلبۂ جاہ و مال سے افراطِ عیش، بلکہ صرف بیانِ مسئلہ اور حقائق بیانی، یا احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے، اور بالفاظِ مختصر اصلاحِ امت اور اتحاد بین المسلمین ہے، جس میں نہ متخالف شخصیات کی تحقیر اور بدگوئی ہے، نہ ان پر مغرورانہ طعن واستہزاء کا، نہ ان کے بیانات وخطابت کا موضوع مخالفِ مسلک طبقات سے خواہ مخواہ الجھنا اور عوام کو ان سے نفرتیں دلاتے رہنا اور ان کے خلاف ہمہ وقت عوامی جذبات کو مشتعل کرتے رہنا ہے، جبکہ ان کی زبانیں بیانِ مسائل ہی سے فارغ نہیں، تو ان خرافات کے لیے وہ فرصت کہاں سے پاتے۔ تکفیر بازی تو بجائے خود ہے، ان کے یہاں سرے سے ان اشخاص کا ذکر و تذکرہ تک بھی زبانوں پر نہیں ہوتا، جو ہمہ وقت ان کی بدگوئی میں لگے رہتے ہیں، پس انہی اوصاف واحوال کا مجموعہ نام ''دارالعلوم دیوبند'' ہے، اور اسی علمی و عملی اور عقلی واخلاقی ہمہ گیری سے اس کا دائرۂ اثر دنیا کے تمام ممالک تک پھیلا ہوا ہے (علمائے دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج، ص۱۹۲ و۱۹۳، بعنوان: فقہ اور فقہاء، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات لاہور، بارِاول، ذوالقعدہ1408ھ، جولائی1988ء)

اور مشائخِ دیوبند کے عظیم محدث علامہ انور شاہ کشمیری ''سننُ الترمذی'' کی شرح ''العرفُ الشذی'' میں ''ما انا علیه واصحابی'' کا مصداق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالحاصل أن الكلية مدخولة وبالجملة الآن مصداق الحديث اتباع المذاهب الأربعة والظاهرى، وطريق معرفة ما أنا عليه وأصحابى توارث السلف وتعاملهم وإذا اختلفوا فى شیء فالحق إلى الطرفين. والله أعلم (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، ج۴، ص۱۲۶، كتاب الإيمان، باب ما جاء فى افتراق هذه الأمة)

ترجمہ: بہرحال آج کے زمانے میں مذکورہ حدیث (جس میں فرمایا گیا کہ ''جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں'') کا مصداق ''مذاہبِ اربعہ اور مذہبِ ظاہری'' (سب ہی) ہیں، اور ''ما انا علیه واصحابی'' کی پہچان کا راستہ سلف کا توارث

اوران کا تعامل ہے، اور جب سلف کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو، تو حق دونوں جانب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (العرف الشذی)

ہم الحمدللہ تعالیٰ مندرجہ بالا اوران جیسی تصریحات کے معیار کے مطابق موقف رکھتے ہیں، خواہ وہ اہلِ تشیع کی تکفیر وعدمِ تکفیر کا مسئلہ ہو، یا کوئی دوسرا مسئلہ ہو، جس کے متعلق ہمارے پاس الحمدللہ تعالیٰ جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ سمیت اکابر ومشائخ کی بے شمار دلائل وتصریحات موجود ومطبوع ہیں۔

چنانچہ اہلِ تشیع کے بارے میں ہمارے معتدل موقف کا خلاصہ مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے دارالعلوم دیوبند، سے مورخہ ۱۶/۲/۶۱ ۱۳ھ کے محرر شدہ درجِ ذیل انتہائی معتدل فتوے کے مطابق ہے:

شیعوں میں اس قدر مختلف فرقے ہوئے ہیں اور ہیں کہ ہر ایک کے عقائد وخیالات کا احاطہ دشوار ہے، پھر ہر فرقے کی کتابیں مختلف خیالات واستدلالات سے پُر ہیں، اس لیے ہمارے اکابر نے بنظرِ احتیاط موجودہ شیعوں پر کوئی مستقل حکم کرنے سے اس وقت تک احتراز کیا ہے، جب تک اس کا خاص عقیدہ معلوم نہ ہو جاوے، خواہ تفصیلاً، یا یہ کہ ”میں ان تمام عقائد کا پابند ہوں، جو فلاں فرقے کی فلاں کتاب میں مذکور ہیں“۔

بغیر اس کے ہر شیعہ پر پچھلے شیعوں کی خرافات کو لازم کر دینا، احتیاط کے خلاف ہے۔

شیعوں کی کتابوں میں تحریفِ قرآن کا عقیدہ بے شک مذکور ہے، مگر موجودہ ہر شیعہ پر بر بناءِ مذکور، یہ ازخود لازم نہیں کیا جا سکتا، جب تک وہ اس کی تصریح نہ کرے۔

اور اگر وہ انکار کرتا ہے، خواہ تقیہ ہی سے سہی، تو ہمارے لیے چارہ نہیں کہ ہم اس کے قول وفعل کا اعتبار کریں، تقیہ ونفاق کا تعلق قلب سے ہے، اس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ بناءً علیہ ہم تمام شیعوں پر حکم، کفر کا نہیں کر سکتے (امدادالمفتین، جلد۱، صفحہ نمبر ۵۶۳، کتاب الایمان)

نیز ہمارے اس معتدل موقف کا حاصل وفاق المدارس العربیہ، پاکستان کے موجودہ صدر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے درجِ ذیل فتوے کے مطابق ہے:

چودہ سو سال میں علمائے اہلِ سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے

بجائے، یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔

اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا ہے۔

اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، مفتیِ اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ اِن کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے، مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے امت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت وگمراہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

والسلام۔ ۱۴/۱/۱۴۱۲ھ

(فتاویٰ عثمانی، ج۱،ص۹۸، کتاب الایمان و العقائد،فصل فی الفرق و الاحزاب الاسلامیۃ و الباطلۃ والأشخاص المتعلقین بھا، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی، سنِ طباعت: جولائی 2006ء)

اور اس معتدل موقف کے مقابلہ میں موجودہ دور میں ایک غالی ومتشدد تکفیری طبقہ دنیا بھر میں پائے جانے والے تمام کروڑوں اہلِ تشیع پر کفر کا حکم لگانے میں نہایت غلو ومبالغہ سے کام لیتا ہے، اور ہمارے اختیار کردہ موقف کو کسی طرح معتدل ماننے کے لئے آمادہ نہیں، اور اس کے برعکس نہایت زور شور سے اپنی تحریرات میں مسلسل ''تکفیر بازی، دشنام طرازی، سبّ وشتم، بدگوئی، عناد وحسد اور طیش، متخالف کی تحقیر اور بدگوئی، مغرورانہ طعن واستہزاء، خواہ مخواہ الجھنے اور نفرتیں دلانے اور ہمہ وقت عوامی جذبات کو مشتعل کرتے رہنے کے مشغلہ میں مبتلاء ہے۔

اور ہماری طرف سے اس غلو ومبالغہ کی مدلل ومفصل انداز میں علمی وتحقیقی جواب تحریر کیا جارہا ہے، جس پر اس طبقہ کی طرف سے ہم پر بے اعتدالی اور اہلِ تشیع کو تقویت وفائدہ پہنچانے کا الزام عائد کیا جاتا ہے، حالانکہ اگر اس الزام کو حقیقت اور عدل وانصاف پر مبنی قرار دیا جائے، تو پھر اس کی

نسبت، درپردہ ہزاروں سالوں پر مشتمل اہلِ سنت کے ان جمہور ائمہ مجتہدین اوران کے، ان لا تعداد متبعین ،اورخود متعدد دیوبند کے اکابرین، یہاں تک کہ اپنے ہی مسلک ومشرب کے وفاق المدارس العربیہ کے صدرِمحترم کی طرف کرنا لازم آتا ہے،اس لئے ہم اس طرح کے الزام کوکسی طرح بھی معتدل نہیں سمجھتے، بلکہ ’’نہایت غیر معتدل‘‘ سمجھتے ہیں،اورہم ببانگِ دہل اعلان کرتے ہیں کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے معتدل ومتوسط موقف کی ترجمانی کرنے سے امتِ مسلمہ ہمہ جہتی دنیا وآخرت کے فوائد وثمرات سے مستفید ہوتی ہے،اوران گنت مضرات ومفاسد سے محفوظ رہتی ہے،اوراس کے برعکس ’’تکفیر بازی کے مشغلہ، دشنام طرازی، سبّ وشتم، تبرّا، بدگوئی، عناد وحسد اورطیش، متخالف کی تحقیراور بدگوئی ، مغرورانہ طعن واستہزاء، مخالف سے خواہ مخواہ الجھنے اورعوام کو نفرتیں دلاتے رہنے اور ہمہ وقت عوامی جذبات کومشتعل کرتے رہنے ،جیسی غیر معتدل خصلتوں سے امتِ مسلمہ دنیاوآخرت کے بڑے بڑے نقصانات سے دوچار ہوتی ہے،اور ہوچکی ہے‘‘۔

باقی عصرِ حاضر کے جن صاحبِ علم کی طرف سے اعتدال نہ ہونے کا شکوہ نقل کیا گیا، وہ ان صاحب کے بقول ٹیلی فون پرنجی گفتگو سے متعلق ہے،خودان صاحبِ علم کی طرف سے باقاعدہ کوئی تحریر نہیں، لہٰذا فی الحال اس پر متعین اور تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کومندرجہ بالا عبارات وحوالہ جات کے مطابق وسعتِ نظری کے ساتھ غلو ومبالغہ سے پاک ہوکر معتدل اورمتوسط اصولوں پرعمل پیرا ہونے ،اوران پر متحد ہونے ،اور بے اعتدالی کی غیر معتدل شکایت سے نجات کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

خدا پر یقین کا قرآنی سبق

انسانی تاریخ میں جو خواتین عظمت وتقدیس کی حامل گزری ہیں ان میں سے ایک نمایاں نام حضرت مریم علیہا الصلاۃ والسلام کا ہے۔آپ جلیل القدر پیغمبر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیم کی والدہ ماجدہ تھیں۔مشہور پیغمبر حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والسلام حضرت مریم کے خالو تھے اور وہ انہی کے زیرِ تربیت وزیرِ پرورش رہیں۔سورہ آلِ عمران کے ابتدائی کچھ حصے میں اللہ جل جلالہ نے حضرت مریم اور حضرت زکریا کا قصہ قدرے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔اس میں وارد ہے کہ حضرت زکریا جب حضرت مریم کے حجرہ میں داخل ہوتے تو بے موسم کے پھل ان کے حجرہ میں موجود ہوتے۔ یعنی سردی کے پھل گرمی کے موسم میں اور گرمی کے پھل سردی کے موسم میں موجود ہوتے۔جس پر آپ حیران ہوکر پوچھتے تھے کہ یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ حضرت مریم کا جواب ہوتا کہ یہ اللہ کی طرف سے عنایت ہوتے ہیں۔یہ ایمان افروز جواب سن کر حضرت زکریا نے اپنے بڑھاپے اور اپنی اہلیہ کے بانجھ پن کے باوجود اللہ کے حضور اولاد کی دعا مانگی۔جس کے جواب میں ایک فرشتہ کی طرف سے نداء دی گئی کہ اللہ آپ کو بیٹے کی بشارت سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ آپ نے سوال کیا کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا جبکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری اہلیہ بانجھ ہوچکی ہے۔جواب ملا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قرآن کے یہ دو قصے ہمیں خدا پہ یقین اور توکل کا سبق دیتے ہیں۔حضرت زکریا اور حضرت مریم کا قصہ واضح کرتا ہے کہ اللہ کیسے حیرت انگیز طریقہ سے انسانوں کی ضروریات وحاجات پوری کرتا ہے۔قرآن کا یہ قصہ بتاتا ہے کہ اللہ کی ذات اسباب ووسائل کے بغیر بھی انسان کی ضروریات وحاجات پوری فرماسکتے ہیں۔لہٰذا اگر کبھی سب راستے بند ہوجائیں،وسائل واسباب نظر نہ آئیں،حالات ناموافق ہوں تب بھی انسان خدا کو پکارتا رہے اور یہ یقین رکھے کہ میرا رب کوئی راہ ضرور نکالے گا۔اسباب نظر نہ آئیں تب بھی بندہ کو یقین ہو کہ خدا اسباب ووسائل کا محتاج نہیں وہ اسباب ووسائل کے بغیر بھی ہماری مشکلات اور

www.idaraghufran.org

پریشانیاں دور کرنے کی قدرت اور ہمارے کام بنانے کی طاقت رکھتا ہے۔ جو اللہ حضرت مریم کو بے موسم کے پھل عطا فرما سکتا ہے وہ اسباب و وسائل کے بغیر ہماری بھی ضروریات پوری فرما سکتا ہے۔ جو اللہ حضرت زکریا کو بڑھاپے اور اہلیہ کے بانجھ پن کے باوجود اولاد دے سکتا ہے وہی اللہ اسباب و وسائل کے فقدان کے باوجود ہماری حاجات بھی پوری کر سکتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہماری مدد کرنے میں اسباب اور وسائل کی احتیاج نہیں رکھتی۔ آپ بتایئے تب کہاں کوئی امید تھی جب حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے تعاقب میں فرعونی لشکر نکل کھڑا ہوا تھا اور سامنے سمندر تھا؟ زمینی و دنیاوی اسباب و وسائل تو اس وقت بھی ختم ہو چکے تھے لیکن اللہ نے راستہ نکالا، اور اسباب کے بغیر حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی مدد فرمائی۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی افرادی قوت کی کمی اور اسباب و وسائل کی قلت کا عالم بھی آپ جانتے ہیں۔ مگر اللہ نے ایک ہزار کے مقابلے میں تین سو تیرہ کو ہی فتح یاب فرمایا۔ کفار کی افرادی قوت اور سارے اسباب و وسائل دھرے کے دھرے رہ گئے اور مسلمان بے سروسامانی کے باوجود بھی فاتح ٹھہرے۔

شاید آپ کہیں کہ یہ واقعات تو معجزات و کرامات کی قبیل سے ہیں۔ مگر اولاً تو جو اللہ انبیاء اور اولیاء کا رب ہے وہی ہمارا بھی رب ہے۔ اس رب کی جیسی قدرت کل تھی ویسی ہی آج بھی ہے۔ اگر وہ انبیاء اور اولیاء کی ضروریات و حاجات بغیر اسباب کے پوری کر سکتا ہے تو وسائل کے مفقود ہوتے ہوئے ہماری حاجات پوری کرنے پر بھی قادر ہے۔ ثانیاً اللہ جل جلالہٗ کا یہ معاملہ فقط انبیاء و اولیاء کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی زندگی میں بھی بسا اوقات کوئی ضرورت و حاجت پوری ہونے کی سبیل نظر نہیں آ رہی ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی ایسا انتظام فرما دیتے ہیں کہ انسان کی تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں اور سب مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ پس ہماری مدد کے لیے، ہماری حاجت روائی کے لیے، ہماری ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ جل جلالہٗ کو اسباب و وسائل کی بھی احتیاج نہیں ہوتی۔ اسباب معدوم ہوں، وسائل مفقود ہوں اور راہیں مسدود ہوں تب بھی اللہ کو اس یقین کے ساتھ پکارنا کہ وہ ہماری حاجت برآری ضرور کرے گا، یہی قرآن کا درسِ توکل و یقین ہے۔ خدا پر یقین کا یہ وہ بھولا ہوا سبق ہے جو ہمیں یاد کرنے اور ہمیشہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط 28) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف

گزشتہ اقساط میں فقہ مالکی کا مختصر تعارف و منہج، فقہی اصول، بنیادی مآخذ، اور اس ضمن میں امام مالک رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات، فقہی ذوق اور امام مالک کے چند کبار تلامذہ واصحاب کا ذکر گزر چکا، چند مزید تلامذہ اور اصحاب کا ذکر مختصراً کیا جاتا ہے۔

(6)......علی بن زیاد طرابلسی تیونسی

''أبو الحسن علی بن زیاد طرابلسی تیونسی'' فقہ مالکی کے امام ومفتی اور مشہور مالکی فقہاء میں سے ہیں، بلکہ مالکیہ کے کبار علماء وفقہاء میں سرِ فہرست ہیں، ''حافظُ الحدیث'' کے لقب سے بھی جانے جاتے ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا کے راوی، اور ان کے کبار اور مایۂ ناز تلامذہ میں شمار ہوتا ہے، اور ان کے علاوہ ''سفیان ثوری، لیث بن سعد، ابن لھیعة''، اور دیگر کبار محدثین وفقہاء سے بھی علمی استفادہ کی سعادت حاصل رہی، یہ تو وہ حضرات تھے کہ جن سے علمی استفادے کے لیے آپ نے بلادِ مشرق کا سفر کیا، مگر ان سب میں بھی جن سے سب سے پہلے آپ نے اپنے علاقے میں شرفِ تلمذ حاصل کیا، وہ مشہور مغربی عالم وفقیہ ''خالد بن أبی عمران'' تھے، جن کا ہم عصر پورے افریقہ میں ان کے زمانہ میں کوئی نہیں تھا، اور جو کہ مدینہ کے فقہائے سبعہ سے فیض یافتہ تھے، مستجابُ الدعوات تھے، مسلم، أبوداؤد، ترمذی، اور نسائی وغیرہ میں بکثرت ان سے روایات منقول ہیں، 130 ہجری میں وفات پائی۔ [1]

---

[1] خالد بن أبی عمران التجیبی قاضی إفریقیة روی عن حنش الصنعانی ووهب ابن منبه وعروة بن الزبیر وسلیمان بن یسار والقاسم بن محمد وکان مجاب الدعوة وروی له مسلم وأبو داود والترمذی والنسائی وتوفی سنة تسع وعشرین ومائة (''الوافی بالوفیات، لعبدالله الصفدی، ج۱۳، ص ۱۶۷''. ''موطا الامام مالک قطعة منه براویة ابن زیاد، للشیخ الشاذلی النیفر، ص ۱۷''. ''تاریخ الاسلام، للذهبی، ج۳، ص ۴۰۳، الطبقة الثالثة عشرة 121- 130ھ، حرف الخاء'')

www.idaraghufran.org

علمی مقام

''علی بن زیاد طرابلسی '' وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے افریقہ، تیونس اور دیگر مغربی ممالک میں مؤطا امام مالک کو داخل کیا، اور فقہ مالکی ان ممالک میں پھیلایا، اور مالکی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔

چنانچہ سعید بن یونس فرماتے ہیں کہ ''علی بن زیاد'' پہلے شخص ہیں، جنھوں نے مؤطا امام مالک اور سفیان ثوری کی ''الجامع '' کو مغرب میں سب سے پہلے داخل کیا، اور وہاں امام مالک کے اقوال کی تشریح کی، اس سے پہلے اہل مغرب ان سے ناواقف تھے، آپ نے طلب علم کی خاطر حجاز اور عراق کے بھی اسفار کیے، اور آپ مشہور مالکی فقیہ ''سحنون بن سعید '' کے استاذ بھی ہیں''۔

اور سحنون بن سعید فرماتے ہیں کہ ''بہلول بن راشد، علی بن زیاد کی خدمت میں آتے تھے، ان سے سماعت کرتے، علی بن زیاد علم ومعرفت کے موتی ان پر لٹاتے تھے، اہل تیونس سے خط کتابت کرتے تھے، اور وہ دینی معاملات میں ان سے فتویٰ طلب کرتے تھے، اسی طرح قیروان کے اہل علم میں بھی اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجاتا، تو وہ علی بن زیاد کی خدمت میں سوال پیش کرتے، تاکہ وہ ان کی درست رہنمائی فرمائیں، اور اہلِ افریقہ میں علی بن زیاد سب سے زیادہ علم منضبط کیے ہوئے تھے، اور علمائے مالکیہ افریقہ میں آپ کے مثل دوسرے علماء کو شمار نہیں کرتے''۔

چنانچہ اصحابِ مالکیہ سے منقول ہے کہ تیونس اور دیگر ملحقہ علاقوں میں مالکی مذہب کی بنیاد اور اس کی نشرواشاعت کے حقیقی بانی علی بن زیاد ہی تھے، اور ''مدرسۃُ المالکیۃ '' یعنی مالکی مکتبۂ فکر، جو کہ آج تک ان علاقوں میں پوری آب وتاب کے ساتھ جاری ہے، کا سہرا بھی آپ کے سر ہی جاتا ہے، اور اس طرح جس مالکی مدرسہ کی ابتداء تیونس سے ہوئی، وہ ان کی زندگی میں ہی، دور دراز علاقوں اور ممالک تک پھیل گیا۔

اگرچہ اس سے پہلے بعض دوسرے حضرات نے بھی یہاں علمی حلقے اور مدرسے قائم کیے، جیسا کہ خالد بن عمران وغیرہ نے، لیکن اگر حقیقی نظر سے دیکھا جائے، تو علی بن زیاد کے اس علمی مدرسہ نے اس علاقے میں مالکی مسلک پر خوب توجہ دی، چنانچہ وہاں سب سے زیادہ دو لوگوں نے موثر علمی کام کیا، ایک ''تیونسی ''یعنی علی بن زیاد، اور دوسرے ''اندلسی ''یعنی ''یحییٰ بن یحییٰ

لیثی مصمودی ''یحییٰ بن یحییٰ اگر چہ تیونسی کے بعد آئے ،لیکن جو کچھ کام انہوں نے کیا، ان کا مقام ومرتبہ بھی ابن زیاد کی طرح ہی ہے۔

اور اصحابِ مالکیہ اس بات پر متفق ہیں کہ تیونسی مدرسہ اور اس کے علاوہ افریقی ممالک جیسا کہ قیروان وغیرہ میں مدرسہ کی بنیاد کا فضل علی بن زیاد کو ہی جاتا ہے، چنانچہ آپ نے ہی اس شاندار عمارت کی بنیاد رکھی تھی، جس کے آثار وباقیات کسی نہ کسی شکل میں اب تک موجود ہیں، اور منقول ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا تھا، مگر بعد میں یہ مدرسہ افریقہ ودیگر مغربی ممالک میں مالکی مسلک کی اساس وبنیاد بنا، جس نے مغرب میں مالکی مسلک کو خوب پھیلایا، اہل مغرب کو مالکی مسلک سے متعارف کرایا، اور اس کی تشریح وتفسیر کی، یہاں تک کہ مالکی مسلک مغرب میں جڑ پکڑ گیا۔ [1]

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح مالکی مسلک مغربی ممالک میں جس شدومد کے ساتھ پھیلا، اگر امام مالک اس کو مشرق میں پھیلاتے، تو ان علاقوں میں بھی یہ مسلک اسی شدومد کے ساتھ پھیلتا۔

---

[1] كان على بن زياد فى الحقيقة مؤسس المدرسة التونسية بأجلى مظاهرها التى لا تزال إلى اليوم، ممتدة الفروع ثابتة الأصول، وإن كان ابن أبى عمران قد سبقه إلى ذلك، لكنه عند تحقيق النظر نرى أن ابن زياد، وإن أخذ عن الرجل الأول فى تونس يعنى به: خالد بن أبى عمران – فهو قد تحول بمدرسته إلى مدرسة أخرى حيث ركز مذهب مالك فى هذه الديار، فهناك رجلان قد أثرا على الأفكار تأثيرا لم يكن لأحد غيرهما: أحدهما أندلسى، والآخر تونسى.

أما الأندلسى فهو يحيى بن يحيى الليثى المصمودى الطنجى، وإن كان متأخرا فى الطبقة عن التونسى .إلا أنه كان له من المكانة ما جعله معدودا فى التأسيس كابن زياد، وهو يحيىٰ بن يحيىٰ بن كثير بن وسلاس الليثى ....وأما التونسى فهو زبن زياد، الذى بث فى المغرب المالكية فعمت جميع أقطاره بدون استثناء، وهو وإن شاركته المدرسة المصرية، فهو الذى دل عليها، ولولاه ما قصد سحنون ابن القاسم.

فالتكوين الأول للمالكية بإفريقية إنما هو لابن زياد اذ فتح الأعين على مالك وعرفهم فضلهٗ وبيّن أصوله للناس، فالجسر الطويل الذى مر به رجال المدرسة المالكية من بعد من بعد انما هو ابن زياد، فالبذرة الأولىٰ التى بذرت من مذهب مالك هو الذى وضعها فى التربة الصالحة.

ولو أن مالكا رزق مثلهٗ فى الشرق لعمت المالكية المشرق مثل ما عمت المغرب .... وهذه المدرسة التى وضع لبنتها على بن زياد هو مدرسة مالك بن أنس فهو الذى أدخل مذهبه هذا الديار المغربية وعرّف به وشرحه للناس، وبين قواعده حتى اقتنعت به الأفكار، ولم يجتذ بها اليه بسلطان ولا نفوذ كما قدمنا (موطا الامام مالك قطعة منه براوية ابن زياد، للشيخ الشاذلى النيفر، ص ٢٩ الى ٣٩)

آپ کی وفات امام مالک رحمہ اللہ کی وفات کے ٹھیک پانچ سال بعد 183 ہجری میں تیونس میں ہوئی،جس کے متعلق علامہ زرکلی (متوفی:1396ہجری) اپنی ''الأعــــلام''میں فرماتے ہیں کہ آپ کی قبرآج بھی تیونس میں مشہورومعروف ہے۔آپ مشہور مالکی فقہاء ''اسد بن فرات، سحنون بن سعید''اور''بہلول بن راشد''جیسے مایہ نازاوریکتائے زمانہ شخصیتوں کے استاذ بھی ہیں۔ [1]

(7)......علی بن زیاد الاسکندرانی

علی بن زیاد کے نام سے موسوم ایک اور شخصیت کا ذکر بھی علمائے مالکیہ میں ملتا ہے،جن کا مکمل نام ''علی بن زیاد أبو الحسن الاسکندرانی ''ہے،متکلم،عابد،زاہداورموطا کے مشہور راویوں میں سے ہیں،مصر کے رہنے والے،اورامام مالک رحمہ اللہ کے اکابر تلامذہ میں شمار ہوتا ہے،اگرچہ امام مالک کے دیگر اصحاب وتلامذہ کی طرح زیادہ مشہور نہ ہوئے،مگر پھر بھی امام مالک سے احادیث اورمسائل روایت کرتے ہیں،صاحبِ تصنیف بھی تھے،وفات کے سالوں میں تھوڑا بہت اختلاف ہے،زیادہ صحیح قول 193 ہجری کا ہے،جبکہ علی بن زیاد طرابلسی تیونسی کی وفات کا سال 183 ہجری ہے۔ [2]

---

[1] هو علـى بـن زيـاد، أبـو الحسن، التونسى العبسى المالكى .فـقيـه، حـافـظ، سمع من مالك بن أنس الـمـوطأ، وتفقه عليه .وسـمـع أيـضـا الـليث والثورى وغيرهم، لم يكن فى عصره بأفريقية مثله .وسـمـع منه البهـلـول بـن راشـد وأسـد بـن الفرات وسحنون وغيرهم .وهـو أول من أدخل "الـموطأ "لـلإمـام مالك للمغرب .وقـال سحنون ما أنجبت أفريقية مثل على بن زياد، ولم يكن فى عصره أفقه منه ولا أورع، ولم يكن سـحـنـون يـعـدل به أحدا من علماء أفريقية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٥، ص ٣١٤، تحت الترجمة: علـى بـن زيـاد. ”الـديبـاج الـمـذهـب، ج٢، ص ٩٣، حـرف الـعيـن، على بن زيـاد أبو الحسن“. ”ترتيب الـمـدارك، ج٣، ص ٨٠ الـى ٨٢، حـرف الكنىٰ، تحت الترجمة: على بن زياد التونسى العبسى“. ”معجم المؤلفين، ج٧، ص ٩٦، باب العين“. ”ألاعلام للزركلى، ج٤، ص ٢٨٩، تحت الترجمة: على بن زياد“)

[2] على بن زياد الفقيه أبو الحسن السهمى مولاهم الإسكندرانى، يعرف بالمحتسب (الوفاة: 191 — 200) روى عن: مـالك، وغيره،وعنه: سـعيـد بـن أبـى مريم، ويونس بن عبد الأعلى، وكان زاهدا عابدا.وعن ابن وهب قال: مـا تشبـه علـى بن زياد إلا بنوح فى قومه، لا يمل، ولا يفتر من الموعظة والأمر بالمعروف والنهى عن المنكر .مـات سـنة ثـلاث وتسـعين ومائة، رحمه الله تعالى (”تاريخ الاسلام، ج٤، ص ١١٢٩، للذهبى، حـرف العين، رقم الترجمة: ٢٠٩“. ”ترتيب المدارك، ج٣، ص ٢٩٠، حرف الكنى، تحت الترجمة: أبو الـحسـن عـلـى بن زياد الإسكندرانى“. ”جمهرة تراجم الفقهاء المالكية، ج٢، ص ٨٤٩، حرف العين، رقم الترجمة: ٨٠٣“. ”معجم المؤلفين، ج٧، ص ٩٦، باب العين“)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط79) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ریاستی گورنروں کی تقرری (قسط6)

عمر رضی اللہ عنہ کے گورنروں کی عادات وصفات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ صرف خود اعلیٰ صفات و عادات کے پیکر تھے، بلکہ ان کے مقرر کردہ گورنروں میں بھی عقیدہ کی سلامتی، علم، اللہ پر توکل، سچائی، کفایت شعاری، بہادری، ایثار، نصیحت کو قبول کرنا، بردباری، صبر، بلند حوصلہ جیسی خصوصیات تھیں۔اس کے علاوہ بھی آپ کے گورنروں میں بے شمار خصوصیات تھیں۔

زھد وتقویٰ:

حضرت سعید بن عامر بن حذیم، عمیر بن سعد، سلمان فارسی، ابوعبیدہ بن جراح، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم عمر رضی اللہ عنہ کے ان گورنروں میں سے ہیں، جو زھد وتقویٰ میں مشہور ہیں، حتیٰ کہ ان میں سے بعض حضرات کی ازواج بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے شوہروں کے زہد وتقویٰ سے پریشان ہوکر شکایت لے کر آیا کرتی تھیں۔اسی طرح کی ایک شکایت لے کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی زوجہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں۔واقعہ یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ زکاۃ کا جو مال بھی وصول کیا، وہیں مستحقین میں سارا تقسیم کردیا۔اسی حالت میں اپنے کندھے پر اسی چٹائی کو اٹھائے ہوئے لوٹے، جس پر آپ بیٹھتے تھے۔اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ مزدور تو اپنی بیویوں کے لیے واپسی پر کچھ سامان وغیرہ تو لاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ نگران تھا۔ان کی بیوی نے کہا کہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں امین تھے، کیا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ نگران کو بھیجا تھا۔یہ بات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی کی سہیلیوں میں مشہور ہوگئی، اور اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی۔اس پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ کو بلایا اور کہا کہ کیا میں نے آپ کے ساتھ کسی نگران کو بھیجا تھا؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس اپنی بیوی کو منع کرنے کے اس کے علاوہ کوئی اور بہانہ نہ تھا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ مسکرائے اور کچھ مال معاذ رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور کہا کہ یہ جا کر اپنی بیوی کو دو اور اسے راضی کرو۔ (فصل الخطاب)

تواضع وانکساری:

عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں گورنر اپنی تواضع، عاجزی وانکساری کے باعث مشہور تھے۔ یہاں تک کہ کہ اگر وہ کسی دوسرے علاقہ میں جاتے تو وہاں کے لوگ عام لوگوں میں اور ان کے گورنر میں فرق نہ کر پاتے۔ کیونکہ وہ اپنے لباس، اٹھنے بیٹھنے، رہن سہن اور سواری میں عام لوگوں کی طرح ہی ہوتے تھے، اور اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز نہ کرتے تھے۔

ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس بارے میں مشہور ہے کہ روم کے بادشاہ نے سیاسی گفت وشنید کے لیے ایک شخص کو حضرت ابوعبیدہ کے پاس بھیجا۔ وہ شخص آپ رضی اللہ عنہ کی طرف آیا۔ جب وہ مسلمانوں کے پاس آیا، تو اس نے لوگوں کے مابین حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو نہیں پہچانا۔ اسے اس بات کا علم ہی نہیں ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ یہاں موجود بھی ہیں یا نہیں۔ کیونکہ وہاں امیر کی کوئی الگ مجلس نہیں بنی ہوئی تھی۔

تو اس شخص نے لوگوں سے کہا کہ اے عرب کے لوگو! تمہارا امیر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہیں۔ اس شخص نے دیکھا تو وہ ابوعبیدہ تھے اور زمین پر بیٹھے ہوئے کمان کندھے پر ڈالے ہوئے ہاتھ سے تیر کو پلٹ رہے تھے۔ اس ایلچی نے کہا کہ آپ ان لوگوں کے امیر ہیں؟ اس پر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں۔ اس نے کہا کہ آپ زمین پر کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ حق سے نہیں شرماتا، آپ نے سچ کہا کہ میرے پاس نہ تو دینار ودرھم ہیں ، میرے پاس میرے گھوڑے، اسلحہ، اور تلوار کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم تو اللہ کے بندے ہیں زمین پر چلتے ہیں، اور زمین پر ہی بیٹھے ہیں، یہ چیز اللہ کے نزدیک ہمارا مقام کم نہیں کرتی، بلکہ اللہ اس سے ہمارے درجات بلند کرتا ہے۔

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

زیادہ بولنے کا انجام

پیارے بچو! زبان بھی کیا خوب نعمت ہے، انسان کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت بخشی ہے، انسان کے علاوہ باقی جانداروں میں بولنے کی ایسی واضح، صاف اور مکمل قوت نہیں، انسان پر یہ اللہ کی خصوصی نعمت ہے، جو ہمیں اس قابل بناتی ہے کہ ہم اپنے دل کے خیالات، احساسات، کیفیات اور اپنی حاجات وضروریات کا دوسروں کے سامنے اظہار کرسکیں، اور اپنے دماغ میں محفوظ علوم وتجربات دوسرے کے سامنے بیان کر کے ان کے دماغ میں معلومات وتجربات بھر سکیں، اور دوسرے بھی اپنے دل ودماغ میں بھرے ہوئے یہ سب خزانے ہمارے سامنے رکھ سکیں، اس طرح انسان اور انسانی سوسائٹی ایک اچھی زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

انسان کو اللہ نے بہت سی نعمتیں دی ہیں۔ لیکن ہر نعمت کی طرح بولنے کی نعمت کی بھی کچھ حدود وقیود ہیں، جن میں رہتے ہوئے ہی بولنا مفید ہوسکتا ہے، بلاضرورت اور فضول بولنا بری عادت ہے، اور انسان کو برے دن دکھاتی ہے، اور پھر قیامت کے دن زبان سے جو کچھ ساری زندگی بولتے رہے، اس کا حساب بھی دینا ہے، آخر اسی زبان سے جھوٹ، چغلی، گالی گلوچ، غیبت، بدتمیزی، بدزبانی بھی کی جاتی ہے، جو ظاہر ہے کہ زبان کا غلط استعمال ہے، اور بولنے کی یہ قسمیں گناہ میں داخل ہیں، جن سے ہمیں بچنا چاہیے، اس لیے عقلمندوں نے کہا ہے: ’’پہلے تولو، پھر بولو‘‘

پیارے بچو! آج آپ کو فضول بولنے کے برے انجام کا ایک عبرت بھرا واقعہ سناتے ہیں۔

ایک بہت بہادر شکاری تھا، اسے بے سوچے سمجھے بولنے کی اور ہر دیکھی بھالی بات یا واقعہ فوراً آگے نقل کرنے کی عادت تھی، اس کا نام کاگو تھا۔ اس کے پاس ایک تلوار اور ایک نیزہ تھا جس سے وہ شیر کا شکار کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ جنگل میں شکار کرنے گیا تھا کہ اچانک اسے ایک کھوپڑی نظر آئی۔ وہ اس کھوپڑی کے قریب آیا، تو دیکھا کہ وہ انسانی کھوپڑی ہے، وہ عبرت کی نظر سے اسے دیکھ رہا تھا کہ یہ بھی کبھی میری طرح جیتا جاگتا، زندگی سے لطف اٹھاتا انسان ہوگا، یہ اسی سوچ وفکر

www.idaraghufran.org

میں تھا،اور خیالوں میں اتنا کھویا ہوا تھا کہ خیال ہی خیال میں کھوپڑی کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا:تم یہاں کیسے آئی؟وہ کھوپڑی بول پڑی:فضول گوئی اور بولنے نے مجھے یہاں پہنچادیا۔

How did you come here Talking brought me here

شکاری کو اس کی بات سمجھ نہ آئی اور جھٹ سے گھر دوڑ آیا۔اب اس عجیب واقعہ پر اسے انعام کی لالچ نے بادشاہ کے دربار میں پہنچادیا۔بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:بادشاہ سلامت میں نے ایک باتیں کرنے والی کھوپڑی دیکھی ہے۔بادشاہ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہا:جب سے میری ماں نے مجھے جنا ہے،میں نے نہ تو بولنے والی کھوپڑی دیکھی اور نہ ہی ایسی کسی چیز کے بارے میں سنا ہے۔

اب بے چارے شکاری کو تو انعام کی امید بادشاہ کے دربار میں لے آئی تھی،لیکن یہاں ماجرا یہ ہوا کہ بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو بلایا اور کہا:تم میں سے دو سپاہی اس کے ساتھ جاؤ اور جاکر بولنے والی کھوپڑی کھوج لاؤ۔اگر کھوپڑی مل گئی تو ٹھیک ورنہ اس کو ادھر ہی مار ڈالنا۔بادشاہ نے اس سخت فیصلے اور حکم کے ساتھ کھوپڑی کی تلاش میں شکاری کے ساتھ اپنے دو سپاہی روانہ کیے۔

اب تو شکاری کی جان پر آبنی تھی۔انعام کا تو دور دور تک نام نہیں بلکہ اب تو جان کے لالے پڑ گئے تھے۔لمبا چوڑا سفر کر کے،تکلیفیں اٹھا کر شکاری ان سپاہیوں کے ساتھ اس جنگل میں آ پہنچا۔جنگل کا کونا کونا چھان مارا مگر کھوپڑی کا کوئی اتا پتا نہیں۔آخر وہ وقت آیا کہ کھوپڑی مل گئی۔شکاری فرط مسرت سے باغ باغ ہو گیا۔کھوپڑی سے پوچھا:تم یہاں کس طرح آئی؟کھوپڑی خاموش۔پھر پوچھا:تم یہاں کس طرح آئی؟پھر کھوپڑی خاموش۔شکاری نے جگر توڑ زور لگایا مگر کھوپڑی نے اپنا منہ نہ کھولا۔ایک دفعہ کھوپڑی سے سوال تو دوسری بار سوال سے پہلے سپاہیوں کی طرف نیم باز انکھیوں کی تاڑ۔سپاہیوں نے کہا:گھٹنوں کے بل جھک جاؤ۔شکاری کو نہ چاہتے ہوئے گھٹنوں کے بل جھکنا پڑا۔سپاہیوں نے بنا کچھ کہے شکاری کا سر قلم کر ڈالا اور واپس دربار کو ہو لیے۔

اب اس کھوپڑی نے اس مردہ شکاری سے پوچھا:تم یہاں کیسے آئے؟مردہ شکاری کی کھوپڑی بولی:فضول گوئی اور بے سوچے سمجھے بولنے نے مجھے یہاں پہنچادیا۔

How did you come here? Talking brought me here

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط67) مفتی طلحہ مدثر

ملازمت اور تجارت میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)

معزز خواتین! پہلے یہ بات ذکر ہوچکی ہے، کہ اسلام میں کمانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ ہے، اسلام میں مرد کو پابند بنایا گیا ہے، کہ وہ خواتین کی ضروریات کا انتظام کرے اور انہیں زندگی کی بنیادی سہولیات فراہم کرے، اسی بارے میں مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

خواتین کا نفقہ

کوئی بھی مسلمان خاتون ہو، وہ چار قسم کے رشتوں میں منسلک ہوگی، یا تو وہ کسی کی بیوی ہوگی، کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی ماں ہوگی، یا بہن ہوگی، اور ان تمام قسم کی خواتین کا خرچہ تھوڑی بہت تفصیلات کے فرق کے ساتھ شوہر، بیٹے، باپ یا بھائی پر ہی ہے، البتہ اگر کوئی ایسی نادر صورت پیش آجائے کہ کسی خاتون کا نہ کوئی شوہر ہے، نہ باپ، بیٹا یا بھائی حیات ہیں، تو ایسی صورت میں اس کا نفقہ اور خرچہ ریاست کے ذمہ ہے، یعنی ہر مسلمان عورت کا خرچہ بنیادی طور پر مرد حضرات کے ذمہ ہی ہے، اس کو خود اپنی ذات کی کفالت سے آزاد رکھا گیا ہے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی خاتون بذاتِ خود امیر ہو، تو پھر بہت سی صورتوں میں دوسروں پر اس کا نفقہ اور خرچہ ادا کرنے کا وہ درجہ نہیں رہتا، جو ضرورت مند ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔

نیز اسلام یہ پسند ہی نہیں کرتا، کہ خواتین مردوں کی کفالت کے بغیر زندگی گزاریں، ہر خاتون کا کسی نہ کسی صورت میں کوئی مرد ذمہ دار اور مسئول ہونا چاہیے، تجرّد (بغیر نکاح کے اکیلے رہنا) کی زندگی تو مردوں کے لیے انتہائی ناپسندیدہ ہے، تو خواتین کے لیے تو اس کی قباحت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے، غرض اسلام پیدائش سے لے کر وفات تک خواتین کو مردوں کی حفاظت کے حصار میں رکھنا چاہتا ہے، اسی وجہ سے خواتین پر خرچ کرنے کے جابجا فضائل بیان کرتا ہے، اسی قسم کے چند فضائل ملاحظہ فرمائیں۔

www.idaraghufran.org

بیٹی اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت

سب سے پہلے تو اسلام اس فلسفے کی ہی بیخ کنی کرتا ہے، کہ بیٹی کوئی بوجھ ہے، اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے، پرانے زمانے میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، قرآن میں جا بجا اس عمل کی حوصلہ شکنی کی گئی، اور یہ بتایا گیا کہ قیامت کے دن اس بے گناہ، معصوم بچی کا مقدمہ پیش کیا جائے گا، اور اس سے پوچھا جائے گا، کہ اس کا کیا قصور تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (سورة التكوير ٨. ٩)

ترجمہ: اور جب زندہ درگور کی گئی بچی سے پوچھا جائے گا، کہ اسے (آخر) کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا (تکویر)

جس سے معلوم ہوا کہ بچی کی پیدائش پر ملامت کے ڈر سے اس کو ماردینا سخت ترین گناہ ہے، بلکہ اس پر ناگواری کے اظہار سے بھی منع کیا گیا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا تَكْرَهُوا الْبَنَاتِ، فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْغَالِيَاتُ (مسند احمد، رقم الحديث 17373)

ترجمہ: بیٹیوں کو ناپسند نا کرو، کیونکہ یہ محبت کرنے والی اور گراں قیمت (یعنی قابلِ قدر) ہوتی ہیں (مسند احمد)

یہ تو صرف بچی کی پیدائش پر ناگواری کا اظہار نہ کرنے کی حد تک کا معاملہ تھا، آگے اس پر خرچ کرنے، اس کی ضروریات کا خیال رکھنے اور اس کی پرورش کے فضائل الگ سے بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ، وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ (سنن ترمذى، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فى النفقة على البنات والأخوات، رقم الحديث 1914)

ترجمہ: جس نے دو بچیوں کی کفالت کی، تو وہ شخص اور میں جنت میں ایسے داخل

ہونگے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوانگلیوں (کو جوڑ کے ایک ساتھ جمع ہونے کی طرف) اشارہ فرمایا(ترمذی)

نیز ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچیوں کو جہنم کے عذاب سے رکاوٹ قرار دیا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ ابْتُلِیَ بِشَیْءٍ مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَیْهِنَّ کُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ (سنن ترمذی،ابواب البر و الصلة،باب ما جاء فی النفقة علی البنات والأخوات،رقم الحدیث 1913))

ترجمہ: جو بیٹیوں کے بارے میں کسی قسم کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا،تو یہ بیٹیاں اس کے لیے آگ سے رکاوٹ اور آڑ بنیں گی (ترمذی)

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

فَصَبَرَ عَلَیْهِنَّ وَأَطْعَمَهُنَّ وَسَقَاهُنَّ وَکَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِه کُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ(مسند احمد،رقم الحدیث17403)

ترجمہ: پھر وہ ان پر صبر کرے،اور اپنی کمائی سے انہیں کھلائے، پلائے اور پہنائے ،تو یہ اس کے لیے آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی (مسند احمد)

ان احادیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے،شریعت کس طور پر بیٹیوں کے خرچہ کا انتظام بیان کر رہی ہے، بلکہ نا صرف انتظام بیان کر رہی ہے،اس پر ترغیب بھی دے رہی ہے،اور فضائل بھی سنا رہی ہے، پھر یہ ہماری نادانی ہے کہ اب ہم یہ کہیں کہ نہیں جی یہ تو بہت ظلم ہے، یہ تو بچیوں کی آزادی سلب کرنے کی طرح ہے،ان کی خودمختاری میں خلل اور رکاوٹ پیدا کرنا ہے،اس کو گھر کی چاردیواری میں قید کرنے کے مترادف ہے، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، بیٹی کی آزادی سلب نہیں کی جارہی بلکہ کمانے کجانے کی فکر اور اس کے بوجھ سے آزادی دلائی جارہی ہے، لیکن ہمارا دیکھنے کا زاویہ الٹا ہے، جس کی وجہ سے ہمیں بوجھ، مشقت آزادی جبکہ ان ذمہ داریوں سے بے فکری قید لگتی ہے۔ (جاری ہے..........)

ارکانِ اسلام دخولِ جنت کا ذریعہ ہیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ إِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ، مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلٰى وُضُوْئِهِنَّ وَرُكُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں، جو انہیں ایمان کے ساتھ بجالائے گا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس نے پانچ نمازوں کی وضو کے ساتھ اور نمازوں کے رکوع اور سجود اور اوقات کی پابندی کے ساتھ حفاظت کی، اور رمضان کے روزے رکھے، اور بیت اللہ کا حج کیا، اگر بیت اللہ کی طرف جانے کی استطاعت ہے، اور اپنی خوش دلی کے ساتھ زکاۃ ادا کی، اور امانت ادا کی۔

(سنن أبي داؤد، حدیث نمبر 429)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایمان کے بعد، اخلاص کے ساتھ نماز کو اس کے صحیح صحیح طریقہ کے مطابق انجام دینا، فرض روزے رکھنا، زکاۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور امانت میں خیانت نہ کرنا جنت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

ماہِ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَفْضَلُ أَیَّامِ الدُّنْیَا أَیَّامُ الْعَشْرِ ، یَعْنِیْ: عَشْرَ ذِی الْحِجَّۃِ (کشف الاستار عن زوائد البزار)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے دنوں میں سب سے افضل دن ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے دن ہیں (کشف الاستار، حدیث نمبر1128)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ أَیَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَیْہِ مِنَ الْعَمَلِ فِیْھِنَّ مِنْ ھٰذِہِ الْأَیَّامِ الْعَشْرِ، فَأَکْثِرُوْا فِیْھِنَّ مِنَ التَّھْلِیْلِ ، وَالتَّکْبِیْرِ ، وَالتَّحْمِیْدِ (مسند احمد، رقم الحدیث 5446)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عظیم اور زیادہ پسندیدہ نہیں ہیں، جن میں کوئی عمل کیا جائے، ذی الحجہ کے اِن دس دنوں کے مقابلہ میں، تو تم ان دس دنوں میں تہلیل اور تکبیر اور تحمید کی کثرت کیا کرو۔

تہلیل سے مراد ''لا الٰہ الا اللہ'' اور تکبیر سے مراد ''اللہ اکبر'' اور تحمید سے مراد ''الحمد للہ'' یا ان جیسے دوسرے کلمات ہیں، کیونکہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ انتہائی فضیلت کا حامل ہے، اور اس میں دوسری عبادتوں کی بھی فضیلت ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ان اذکار کی بھی خاص فضیلت ہے۔

قربانی کرنے والے کو پہلے عشرہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنا

اُمّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُّضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهٖ وَأَظْفَارِهٖ (مسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذُوالحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے (مسلم، حدیث نمبر1977"41")

اس جیسی احادیث کو مدِّنظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ذُوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے، بلکہ بدن کے کسی حصہ کے بھی بال نہ کاٹے۔

لیکن یاد رہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی سے پہلے ایسا کرلے، تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے، اور اس سے قربانی میں کوئی خلل نہیں آتا۔

البتہ قربانی سے پہلے اگر چالیس دن گذر گئے ہوں، تو پھر ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے اور بغل کے بالوں کی صفائی ضروری ہے۔

اور اسی طرح کم از کم ایک مٹھی کی مقدار ڈاڑھی رکھنا ہمیشہ واجب ہے، اور اس سے کم کرنا یا مونڈنا جائز نہیں۔

www.idaraghufran.org

نو ذُوالحجہ اور اِس دن کے روزہ کی فضیلت

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَوْمُ عَاشُوْرَآءَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ، وَصَوْمُ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ الْمَاضِيَةَ وَالْمُسْتَقْبِلَةَ (السنن الكبرىٰ للنسائي، رقم الحديث 2809)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ گزشتہ سال (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کردیتا ہے، اور عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ دوسالوں (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کردیتا ہے، ایک گزشتہ سال کا اور ایک آئندہ سال کا (نسائی)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یومِ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ رکھا، تو اس کے لگاتار دو سال کے (صغیرہ گناہ) معاف کردیئے جائیں گے (مسند ابویعلیٰ موصلی، حدیث نمبر 7548)

عرفات کے میدان میں پہنچ کر تو فضیلت حجاجِ کرام ہی حاصل کرسکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برکات سے غیر حاجیوں کو بھی محروم نہیں فرمایا، اور اس دن روزے کی عظیم الشان فضیلت مقرر کرکے سب کو اس دن کی فضیلت سے اپنی شان کے مطابق مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمادیا۔

آپ کے دینی مسائل کا حل   ادارہ

تکفیر بازی ومغالطاتِ سلفی کا جائزہ (قسط8)

اصحابِ صحاحِ ستہ، اور محدثینِ امامیہ کے سنینِ وفات پر تبصرہ

مغالطہ: ......سلفی صاحب کی ہمارے مضمون میں واضح اور بدیہی علمی خیانتوں کی اتنی بڑی مقدار ہے کہ اس کی بناپر اب ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ''تکفیرِ شیعہ اور چند شبہات پر کلام'' (مشمولہ: ''علمی وتحقیقی رسائل'' جلد نمبر 18) کے اگلے ایڈیشن کے حواشی میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ سلفی صاحب کے اس مضمون کی خیانتوں کی متعلقہ مقامات پر باحوالہ نشاندہی کی جائے گی، تاکہ سلفی صاحب کی ان خیانتوں سے ہماری مذکورہ تالیف کے قارئین آگاہ رہیں۔

اس کے بعد سلفی صاحب نے ایک اور بیتِ عنکبوت بنانے کی کوشش کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اسی ضمن میں محدثینِ امامیہ کے سنینِ وفات بھی پیش کردئے جاتے ہیں، تاکہ طلابِ تاریخ کو سمجھنے میں مزید آسانی ہو'' (ماہنامہ حق چاریار، جنوری، ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۲۶)

جوابِ مغالطہ: ......سلفی صاحب نے مذکورہ الفاظ میں ہماری جس عبارت کے ضمن میں یہ بیتِ عنکبوت بننے کی کوشش ہے، ہماری وہ عبارت پیچھے ان الفاظ میں گزری کہ:

موصوف نے بات کو طرح طرح سے گھما پھرا کر ''شیعہ کافر'' کی مطلق تکفیری روش کو تقویت بہم پہنچانے پر اپنی توانائیاں صرف کیں، جس کی رُو سے صحاحِ ستہ اور دیگر بہت سی کتبِ احادیث بھی قابلِ اعتبار نہ ٹھہریں گی، جن میں شیعہ وروافض راوی پائے جاتے ہیں (علمی وتحقیقی رسائل، ج۱۸، ص۴۸۰)

ملاحظہ فرمایئے کہ ہم نے تو صحاحِ ستہ اور دیگر بہت سی کتبِ احادیث میں شیعہ وروافض راوی پائے جانے کا حکم لگایا تھا، لیکن سلفی صاحب نے اس موقع پر تلبیس اور خیانت کا ارتکاب کیا، وہ اس طرح کہ اول تو سلفی صاحب صحاحِ ستہ اور دیگر بہت سی کتبِ احادیث میں شیعہ وروافض راویوں کے مسئلہ کو نظرانداز کرکے ''محدثینِ امامیہ کے سنینِ وفات'' کی طرف پہنچ گئے۔

دوسرے سلفی صاحب نے شیعہ وروافض راویوں کو چھوڑ کر محض امامیہ تک اپنے آپ کو محدود کرنے میں عافیت سمجھی، تاکہ محدثینِ امامیہ کے سنینِ وفات کو صحاحِ ستہ کے محدثین کے سنینِ وفات سے موخر ہونے کا دعویٰ کرکے ''شیعہ کافر'' کی مطلق تکفیری روش کو تقویت بہم پہنچانے پر اپنی توانائیاں صرف کرنے کی ستر پوشی کرسکیں۔

علم وتحقیق، اورعدل وانصاف کے میدان میں انہیں اس کوشش میں کامیابی کا حصول ناممکن تھا، اس لئے سلفی صاحب نے بات کو گھما پھرانے کی ناکام کوشش کی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے ''تحفۂ اثناء عشریہ'' میں امامیہ اور خصوصاً اثنا عشریہ کے قدماء میں جن ناموں کا ذکر کیا ہے، ان میں بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں، جو صحاحِ ستہ اور دیگر بہت سی کتبِ احادیث کے مصنفین کے سنینِ وفات سے مقدم ہیں۔ [1]

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی طرف سے ذکر کردہ امامیہ وقدمائے اثنا عشریہ کے ناموں میں ایک نام ''ابان بن تغلب'' کا ہے، جبکہ ابان بن تغلب کی حدیث صحیح مسلم میں موجود

---

[1] چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں شیعہ علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے زیدیہ فرقہ وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

واما امامیہ، خصوصاً اثنا عشریہ، پس علمائے اینہا در کثرت حدے ندارند، ومشاہیر قدمائے ایشاں، قیس بن سلیم بن قیس ہلالی است، وابان، وہشام بن الحکم، وہشام بن سالم، وصاحب الطاق، وابوالاحوص، وعلی بن منصور، وعلی بن جعفر، وبنان بن سمعان کہ کنیتِ او ابواحمد ست، مشہور بجزرہ است، وابنِ ابی عمیر، وعبداللہ بن مغیرہ، ونظیری، وابو بصیر ومحمد بن الحکم، ومحمد بن الفرح الرجحی، وابراہیم خزار، ومحمد بن الحسین، وسلیمان جعفری، ومحمد بن مسلم وبکیر بن اعین، وزرارہ بن اعین وپسران ایں ہر دو، وسماعہ بن مہران، وعلی بن ابی حمزہ، وعیسیٰ وعثمان، وعلی، ہر سہ بنی فضال، واحمد بن محمد بن عبد اللہ، ابونضرۃ البرنطی، ویونس بن عبد اللہ القمی، وایوب بن نوح وحسن بن عیاش بن الحریش، وعلی بن مظاہر واسطی، واحمد بن اسحاق، وجابر جعفی، ومحمد بن جمہور قمی، وحسین بن سعید، وعبداللہ، وعبید اللہ ومحمد وعمران وعبید اللہ الاعلی، کلہم بنو علی بن ابی الشیعۃ، واولادِ ایشاں، وجدِ ایشاں۔

ومصنفین اثنا عشریہ، صاحبِ معالم الاصول، فخر المحققین، ومحمد بن علی الطرازی، ومحمد بن علی الجیاعی، ابوالفتح کراجکی، والکفعمی، وجلال الدین حسن بن احمد شیخ، وشیخ مقتول، ومحمد بن الحسن الصفار، وابان بن بشیر البغال، وعبید بن عبد الرحمٰن حشمی وفضل بن شادان قمی، ومحمد بن یعقوب الکلینی الرازی، وعلی بن بابویہ قمی، وحسین بن علی بابویہ قمی، ومحمد بن علی بن بابویہ قمی (تحفۂ اثناء عشریہ فارسی، ص۱۶۴، باب سوم، در ذکر احوال، اسلافِ شیعہ، مطبوعہ: نول کشور لکھنؤ، انڈیا)

ہے،جن کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطی نے’’بغیۃُ الوعاۃ ‘‘میں’’یاقوت‘‘ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ’’ابان بن تغلب قاری،فقیہ،امامی،ثقہ،عظیم المنزلۃ،جلیل القدر‘‘ تھے،اوران کی وفات 141ھ میں ہوئی،جن پر کلام پہلے ہو چکا ہے۔ [1]

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی طرف سے ذکر کردہ امامیہ وقدمائے اثنا عشریہ کے ناموں میں ایک نام جابر جعفی کا ہے،اوران سے ترمذی،اورابوداؤ د وغیرہ نے احادیث کوروایت کیا ہے،جن کے بارے میں پہلے ذکر گذر چکا ہے۔

اورحضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی طرف سے ذکر کردہ امامیہ وقدمائے اثنا عشریہ کے ناموں میں ایک نام عبدالملک بن اعین کوفی ،اورحمران بن اعین کوفی کے بھائی’’زرارہ بن اعین کوفی‘‘ کا ہے،جس کی تائید بعض دیگراہلِ علم کی تصریحات سے بھی ہوتی ہے۔ [2]

محدثین نے’’زرارہ بن اعین‘‘کو’’ رافضی‘‘ کہا ہے،اور ان کی وفات ڈیڑھ سو صدی ہجری میں بتلائی ہے۔

اصول وعقائد کے ترجمان ابوالحسن اشعری نے’’مقالاتُ الاسلامیین ‘‘میں ایک رافضی فرقہ کا نام’’زراریہ وتیمیہ‘‘ بتلایا ہے،جن کا رئیس ’’زرارہ بن اعین‘‘ کوقرار دیا ہے،اوران کی طرف ’’بداء‘‘ جیسے عقیدہ کی نسبت کی ہے۔ [3]

---

[1] أبان بن تغلب بن رباح الجريرى أبو سعيد البكرى:مولى بنى جرير بن عباد .قال ياقوت :كان قارئا فقيها لغويا إماميا ثقة، عظيم المنزلة، جليل القدر، روى عن على بن الحسين وأبى جعفر وأبى عبد الله عليهم السلام، وسمع من العرب، وصنف غريب القرآن وغيره.وقال الدانى :هو ربعى كوفى نحوى يكنى أبا أميمة؛ اخذ القراء ة عن عاصم بن أبى النجود وطلحة بن مصرف وسليمان الأعمش؛ وهو أحد الثلاثة الذين ختموا عليه القرآن، وسمع الحكم بن عتيبة وأبا إسحاق الهمدانى، وفضيل بن عمرو وعطية العوفى، وسمع منه شعبة وابن عيينة وحماد بن زيد وهارون بن موسى .مات سنة إحدى وأربعين ومائة(بغية الوعاة فى طبقات اللغويين والنحاة،لجلال الدين السيوطى، ج ۱ ،ص ۴۰۴،حرف الهمزة، رقم الترجمة ۸۰۳

[2] زرارة بن أعين :أبو الحسن زرارة بن أعين بن سنسن الشيبانى، أشهر رواة الشيعة الإثنى عشرية وأوثقهم -عند الشيعة -على الإطلاق، إليه تُنسب فرقة (الزرارية) من الشيعة، ينسبه إلى الإثنى عشرية إلى أسرة آل أعين(الوفيات والأحداث،ص ۴۶)

[3] واختلفت الروافض فى القول إن الله -سبحانه -عالم حى قادر سميع بصير إله وهم تسع فرق:
الزرارية "التيمية:"فالفرقة الأولى منهم الزرارية أصحاب زرارة بن أعين الرافضى.
يزعمون أن الله لم يزل غير سميع ولا عليم ولا بصير حتى خلق ذلک لنفسه وهم يسمون التيمية ورئيسهم زرارة بن أعين(مقالات الإسلاميين واختلاف المصلين، ج ۱ ،ص ۴۵،القول بأن الله عالم حى قادر)

www.idaraghufran.org

صلاح الدین صفدی (المتوفیٰ: 764ھ) نے بھی ''الوافی بالوفیات'' میں یہی تحریر کیا ہے۔ [1]

ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر بغدادی (المتوفیٰ: 429ھ) نے بھی ''الفرق بین الفرق وبیان الفرقة الناجية'' میں ''زرارہ بن اعین'' کی طرف منسوب فرقہ کا نام ''زراریہ'' بتلایا ہے، اور اس فرقہ کو ''امامیہ'' کے پندرہ فرقوں میں سے ایک فرقہ قرار دیا ہے۔ [2]

جبکہ علامہ ابنِ تیمیہ نے ''منهاجُ السنة'' میں ''زرارہ بن اعین'' اور ان کے نام سے منسوب فرقہ کی طرف ''بداء'' کے عقیدہ کو منسوب کیا ہے۔ [3]

اس کے علاوہ زرارہ بن اعین کے دوسرے بھائیوں، عبدالملک، اور حمران بن اعین کوفی وغیرہ کا بھی محدثین نے ذکر کیا ہے، اور عبدالملک کو حدیث میں سچا، اور اسی کے ساتھ غالی رافضی کہا ہے۔

عبدالملک بن اعین کوفی، کی وفات ایک سو اکیس، یا ایک سو تیس ہجری میں ہوئی۔

ان سے بخاری اور مسلم نے دوسرے کے ساتھ مقرون کر کے حدیث کو روایت کیا ہے، اور دوسرے محدثین نے بھی ان کی احادیث کو روایت کیا ہے۔ [4]

---

[1] (رأس الزرارية)

زرارة بن أعين هو رأس الزرارية كان على مذهب الأفطحية ثم انتقل إلى مذهب الموسوية وبدعته لأنه قال لم يكن الله حيا ولا قادرا ولا عالما ولا سميعا ولا بصيرا ولا مريدا حتى خلق لنفسه هذه الصفات فقد جعله محلا للحوادث تعالى الله عن ذلك والزرارية فرقة من الرافضة(الوافى بالوفيات، ج۱۴،ص ۱۳۰)

[2] واما الامامية المفارقة للزيدية والكسائية والغلاة فانها خمس عشرة فرقة وهن المحمدية والباقرية والناوسية والشميطية،والعمارية والاسماعيلية والمباركية والموسوية والقطعية والاثنى عشرية والهشامية من اتباع هشام بن الحكم او من اتباع هشام بن سالم الجواليقى والزرارية من اتباع زرارة بن أعين(الفرق بين الفرق وبيان الفرقة الناجية،ص۱۷،الفصل الثانى)

[3] فزرارة بن أعين وأمثاله يقولون :يجوز البداء عليه وأنه يحكم بالشىء ثم يتبين له ما لم يكن علمه فينتقض حكمه لما ظهر له من خطئه .فإذا قال مثل هؤلاء بأن الأنبياء والأئمة لا يجوز أن يخفى عليهم عاقبة فعلهم، فقد نزهوا البشر عن الخطأ مع تجويزهم الخطأ على الله، وكذلك هشام بن الحكم وزرارة بن أعين وأمثالهما ممن يقول إنه يعلم ما لم يكن عالما به(منهاج السنة، ج۲،ص ۳۹۵،التعليق على قوله وأن الأنبياء معصومون من الخطأ والسهو،الوجه الأول اختلافهم فى عصمة الأنبياء)

[4] ع :عبد الملك بن أعين، أخو حمران بن أعين الشيبانى مولاهم، الكوفى .(الوفاة 130 - 121 : ه)وله أيضا أخوان؛ بلال، وعبد الأعلى .روى هو عن أبى عبد الرحمن السلمى، وأبى وائل.
وعنه :محمد بن إسحاق، والسفيانان.وهو صادق فى الحديث لكنه من غلاة الرافضة، روى له البخارى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحمران بن اعین کوفی کی وفات ایک سوگیارہ، یاایک سوبیس ہجری میں ہوئی، ان کی سنن ابنِ ماجہ میں دوحدیثیں ہیں۔ ل

نیز حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ''تحفۂ اثنا عشریہ'' میں اثنا عشریہ کے قدماء میں جن ناموں کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک نام ''ابنِ ابی عمیر'' کا ہے۔

خطیب بغدادی نے ان کا پورا نام ''محمد بن ابی عمیر کوفی'' بیان کیا ہے۔ ۲

حافظ ابنِ حجر نے پہلے محمد بن ابی عمیر کا مجہول ہونا نقل کیا ہے، پھر ابنِ حبان سے ان کا ثقات میں سے ہونے کو نقل کیا ہے۔ ۳

اورعمر رضا کحالہ نے محمد بن ابی عمیر کو ''محدث، فقیہ، اہلِ بغداد کا امامی'' کہا ہے، اور دوسوسترہ ہجری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومسلم مقرونا بغيره(تاريخ الإسلام، ج٣،ص ٤٥٦،حرف العين)

وقال حامد عن سفيان هم ثلاثة إخوة عبد الملك وزرارة وحمران روافض كلهم اخبثهم قولا .عبد الملك وقال أبو حاتم هو من أعتى الشيعة محله الصدق صالح الحديث يكتب حديثه وذكره ابن حبان في الثقات وكان يتشيع له عند الشيخين حديث واحد قرن فيه بجامع بن أبي راشد قلت وقال الساجي كان يتشيع ويحمل في الحديث وقال العجلي كوفي تابعي ثقة(تهذيب التهذيب، ج٦،ص ٣٨٥،تابع حرف العين)

ع :عبد الملك بن أعين، أخو حمران بن أعين الشيباني مولاهم، الكوفي .(الوفاة 130 - 121 :ه)وله أيضا أخوان؛ بلال، وعبد الأعلى .روى هو عن أبي عبد الرحمن السلمي، وأبي وائل.

وعنه :محمد بن إسحاق، والسفيانان .وهو صادق في الحديث لكنه من غلاة الرافضة، روى له البخاري ومسلم مقرونا بغيره(تاريخ الإسلام، ج٣،ص ٤٥٦،حرف العين)

ل ق :حمران بن أعين الكوفي المقرء .(الوفاة: 120 - 111هـ)

قرأ القرآن على الكبار، أبي الأسود ظالم بن عمرو، وقيل :بل قرأ على ولده أبي حرب بن أبي الأسود، وعلى عبيد بن نضيلة، وأبي جعفر الباقر .وحدث عن أبي الطفيل وغير واحد.

وعنه :أبو خالد القماط، وحمزة بن حبيب الزيات وقرأ عليه، وسفيان الثوري، وغيرهم.

سئل أبو داود عنه فقال :كان رافضيا .وقال أبو حاتم :شيخ.قلت :له في سنن ابن ماجة حديثان(تاريخ الإسلام للذهبي، ج٣،ص ٢٢٧،حرف الحاء)

۲ محمد بن أبي عمير الكوفي .حدث عن :منصور بن حازم .روى عنه :أيوب بن نوح بن دراج النخعي(غنية الملتمس ايضاح الملتبس،ص ٣٥٦،باب الميم)

۳ محمد بن أبي عمير عن أبيه حدث عنه بن جريج مجهول انتهى وذكره بن حبان في الثقات ووالده بفتح العين وقال يروي عن أبيه (لسان الميزان، ج٥،ص ٣٣١،تحت رقم الترجمة: ١٠٩٥)

www.idaraghufran.org

میں ان کی وفات بتلائی ہے۔ ۱

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے اثنا عشریہ کے قدماء میں ایک نام ''علی بن جعفر'' کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے ''تقریبُ التهذیب'' میں ان کا پورا نام ''علی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علوی کہا ہے، اور ان کو مقبول قرار دیا ہے، اور ان سے ترمذی کے روایت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ۲

اور حافظ ابنِ حجر نے ''تھذیبُ التھذیب'' میں ان کی وفات دو سو دس ہجری قرار دی ہے۔ ۳

امام ترمذی نے ان کی سند سے ایک حدیث حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں روایت کی ہے۔ ۴

---

۱ محمد بن أبي عمير (217 - ... هـ) (832 - ... م) محمد بن (ابى عمير) زياد بن عيسى الازدى، البغدادى، الشيعى (ابو احمد)

محدث، فقيه، امامى، من اهل بغداد حبس فى ايام الرشيد وضرب، وحبسه المأمون ايضا، ثم ولاه القضاء فى بعض البلاد .من آثاره :الاحتجاج فى الامامة، الصيام، المتعة، اليوم والليلة، واختلاف الحديث(معجم المؤلفين، ج ١٠، ص ١٢، باب الميم)

۲ على بن جعفر بن محمد بن على بن الحسين بن على أبو الحسن العلوى أخو موسى مقبول من كبار العاشرة مات سنة عشر ومائتين ت(تقريب التهذيب، ج ١، ص ٦٨٩، باب ع ،ل)

۳ ت -على "بن جعفر بن محمد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب الهاشمى العلوى روى عن أبيه أنه كان سمع منه وأخيه موسى الكاظم وابن عم أبيه حسين بن زيد بن على بن الحسين والثورى ومعتب مولاهم وأبى سعيد المكى وعنه ابنه أحمد ومحمد وابن ابنه عبد الله بن الحسن بن على وعلى بن الحسن بن على بن عمر بن على بن أبى طالب وزيد بن على بن حسين بن زيد بن على بن حسين بن على وابنه حسين بن زيد وابن بن أخيه إسماعيل بن محمد بن إسحاق بن جعفر وسلمة بن شبيب ونصر بن على الجهضمى وغيرهم قال بن بن أخيه إسماعيل مات سنة عشر ومائتين له فى الترمذى حديث واحد فى الفضائل وأستغربه(تهذيب التهذيب، ج٧، ص ٢٠٣، تابع حرف العين، من اسمه على)

۴ حدثنا نصر بن على الجهضمى قال :حدثنا على بن جعفر بن محمد بن على قال :أخبرنى أخي موسى بن جعفر بن محمد، عن أبيه جعفر بن محمد، عن أبيه محمد بن على عن أبيه على بن الحسين، عن أبيه، عن جده على بن أبى طالب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيد حسن وحسين فقال :من أحبنى وأحب هذين وأباهما وأمهما كان معى فى درجتى يوم القيامة .هذا حديث غريب لا نعرفه من حديث جعفر بن محمد إلا من هذا الوجه(سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٧٣٣)

قوله (حدثنا على بن جعفر بن محمد بن على) بن الحسين بن على بن أبى طالب الهاشمى العلوى أخو موسى مقبول (أخبرنى أخي موسى بن جعفر بن محمد) بن على بن الحسين بن على أبو الحسن الهاشمى المعروف بالكاظم صدوق عابد (عن أبيه جعفر بن محمد) المعروف بالصادق (عن أبيه محمد بن على) المعروف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورحافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''حسن بن محمد کوفی، بڑے شیعہ ہیں، جن کی امامیہ کے نزدیک فقہی تصانیف ہیں، ان کی وفات دوسوساٹھ ہجری (260ھ) میں ہوئی'' [1]

اورخطیب بغدادی نے ''تاریخِ بغداد'' میں فرمایا کہ:

علی بن یقطین بن موسیٰ کی ولادت کوفہ میں ایک سو چوبیس ہجری میں ہوئی، اوران کے والد امامیہ کے مبلغین میں سے تھے'' [2]

اورحافظ ذہبی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''احمد بن ابی عبداللہ، ابوجعفرکوفی شیعی، امامیہ کے رؤوس، اورامامیہ کی اہم صفوف کے لوگوں میں سے ہیں، جن کی کثیر تصانیف ہیں، جوان کے تبحر، اوران کی وسعتِ روایت پردلالت کرتی ہیں، ان کی وفات دوسوا کہتر ہجری (271ھ) میں ہوئی، اورایک قول دوسوا کیاسی ہجری کا ہے'' [3]

اورمجدالدین ابنِ اثیرجزری (المتوفٰی:606ھ) نے ''جامعُ الاصول فی احادیث

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالباقر (عن أبيه علي بن الحسين) المعروف بزين العابدين قوله (وأباهما) أي علي بن أبي طالب رضي الله عنه (وأمهما) أي فاطمة رضي الله عنها (كان معي في درجتي يوم القيامة) فإن المرء مع من أحب .قوله (هذا حديث حسن غريب) وأخرجه أحمد(تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، ج١٠،ص١٦٣، كتاب المناقب،باب مناقب علي بن أبي طالب)

[1] الحسن بن محمد بن سماعة الكوفي .شيعي كبير، له تصانيف فقهية عند الإمامية .توفي سنة ثلاث وستين ومائتين(تاريخ الإسلام، ج٦،ص٣١٥، تحت رقم الترجمة ١٨٧)

[2] علي بن يقطين بن موسى، أبو الحسن مولى بني أسد :ولد بالكوفة في سنة أربع وعشرين ومائة،وكان أبوه من وجوه دعاة الإمامية، فطلبه مروان بن محمد فهرب واستتر وهربت به أمه وبأخيه عبيد بن يقطين- وكان ولد بعد علي بسنتين -إلى المدينة، وكانت له وصلة بعيال جعفر بن محمد الصادق(تاريخ بغداد وذيوله، ج١٩،ص٢٠٢، تحت رقم الترجمة ١٠٥٤)

[3] أحمد بن أبي عبد الله محمد بن خالد بن عبد الرحمن بن محمد بن علي البرقي، أبو جعفر الكوفي الشيعي.من رؤوس الإمامية ورفودهم.له تصانيف كثيرة تدل على تبحره وسعة روايته.وقد أتى فيها بالطامات والمناكير .وقد ألف في كل فن.سمى له ابن أبي طيء من المصنفات أزيد من مائة كتاب من نوع كتب ابن أبي الدنيا .ولم أكد أعرف من أشياخه ولا من الرواة عنه أحدا .توفي سنة أربع وسبعين ومائتين .وقيل :سنة إحدى وثمانين(تاريخ الإسلام، ج٦،ص٥٠٠، تحت رقم الترجمة ٦٦)

www.idaraghufran.org

الــرسول ‘‘میں یہ تصریح کی ہے کہ دوسری صدی ہجری کے آغاز میں دوسرے اسلامی مذاہب کے اماموں کے ساتھ ساتھ ’’امامیہ مذہب‘‘ کے امام ’’علی بن موسیٰ الرضیٰ‘‘ کا باقاعدہ وجود تھا،اوراس کے بعد کی صدیوں میں بھی یہ سلسلہ جاری تھا۔ [1]

پھر مذکورہ کارستانیوں کے بعد سلفی صاحب نے امامیہ مذہب کی بنیاد چار کتابوں پر ہونے،اوراس کے بعد امامیہ اثنا عشریہ کی تکفیر کا دعویٰ کیا ہے،جن میں اثنا عشریہ کی چار مشہور کتب میں سے دو کتابوں ’’التھذیب ‘‘اور’’الاستبصار ‘‘ کے مصنف ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (المتوفی:460) کا ذکر بھی ہے۔

لیکن اس سے امامیہ اثنا عشریہ کی تکفیر کا ثبوت نہیں ہوتا،یہی وجہ ہے کہ احادیث کے راویوں کے علاوہ،شیعوں کے ’’امامیہ‘‘اور’’اثنا عشریہ‘‘فرقوں سے منسلک مابعد کے زمانوں میں بہت سے ایسے حضرات ہیں،جن کا محدثین ومورخین نے ذکر کیا ہے،اوران کی تکفیر کے بجائے،ان کی توثیق،یا

---

[1] ونحن نذكر الآن المذاهب المشهورة فى الإسلام التى عليها مدار المسلمين فى أقطار الأرض، وهى مذهب الشافعى، وأبى حنيفة، ومالك، وأحمد، ومذهب الإمامية ، ومن كان المشار إليه من هؤلاء على رأس كل مائة سنة، وكذلك من كان المشار إليه من باقى الطبقات.

وأما من كان قبل هذه المذاهب المذكورة، فلم يكن الناس مجتمعين على مذهب إمام بعينه، ولم يكن قبل ذلك إلا المائة الأولى، كان على رأسها من أولى الأمر :عمر بن عبد العزيز، ويكفى الأمة فى هذه المائة وجوده خاصة، فإنه فعل فى الإسلام ما ليس بخاف..........

وأما من كان على رأس المائة الثانية، فمن أولى الأمر :المأمون بن الرشيد، ومن الفقهاء :الشافعى، والحسن بن زياد اللؤلؤى من أصحاب أبى حنيفة، وأشهب بن عبد العزيز من أصحاب مالك، وأما أحمد :فلم يكن يومئذ مشهورا، فإنه مات سنة إحدى وأربعين ومائتين.

ومن الإمامية : على بن موسى الرضى، ومن القراء :يعقوب الحضرمى، ومن المحدثين :يحيى بن معين، ومن الزهاد :معروف الكرخى.

وأما من كان على رأس المائة الثالثة، فمن أولى الأمر :المقتدر بأمر الله، ومن الفقهاء :أبو العباس بن سريج من أصحاب الشافعى، وأبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوى من أصحاب أبى حنيفة، من أصحاب مالك، وأبو بكر بن هارون الخلال من أصحاب أحمد، وأبو جعفر محمد بن يعقوب الرازى من الإمامية .

ومن المتكلمين :أبو الحسن على بن إسماعيل الأشعرى.

ومن القراء :أبو بكر أحمد بن موسى بن مجاهد.

ومن المحدثين :أبو عبد الرحمن بن شعيب النسائى(جامع الأصول فى أحاديث الرسول، ج ۱۱، ص ۳۱۹، الباب الخامس:الفصل الأول)

www.idaraghufran.org

ان کی تعریف وتحسین کی ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبی نے اثنا عشریہ کی چار مشہور کتب میں سے دو کتابوں ''التھذیب'' اور ''الاستبصار'' کے مصنف ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (المتوفیٰ:460) کے بیٹے ''حسن بن محمد بن حسن'' کے بارے میں ''تاریخُ الاسلام'' میں فرمایا کہ:

''علامہ ابو علی، حسن بن محمد بن حسن'' رافضہ کے رأس ''ابو جعفر طوسی'' کے بیٹے ہیں، جو بغداد میں پیدا ہوئے، اور ابو محمد خلال، اور ابو طیب طبری سے احادیث کی سماعت کی، اور مشہدِ کوفہ کی امامت کی، ان سے عمر بن محمد نسفی اور ہبۃ اللہ سخطی، اور ایک جماعت احادیث کو روایت کرتی ہے، اور یہ دیندار، اور سب وشتم سے رکنے والے تھے'' [1]

نیز حافظ ذہبی ہی نے ''تاریخُ الاسلام'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''ابو علی، حسن بن محمد بن حسن ''رافضہ'' کے شیخ اور ان کے عالم ہیں، رافضہ کے شیخ اور ان کے عالم ابو جعفر طوسی کے بیٹے ہیں، ان کی طرف عراق میں شیعہ کی کئی جماعتوں نے کوچ کیا۔

ابنِ ابی طئی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ یہ متقی، عالم، کثیر الزہد والورع تھے، تلاوت اور اوراد اور اشغال اور تصنیف پر پابندی کرنے والے تھے، ان کی ولادت مشہدِ علی میں ہوئی، اور انہوں نے اپنے والد کے سامنے ان کی تمام کتابوں کو پڑھا۔

عماد الدین ابو جعفر محمد بن ابی القاسم طبری کہتے ہیں کہ شیخ ابو علی طوسی لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھے، ان کو قرآن کی قرائت کرتے ہوئے، یا نماز پڑھتے ہوئے، یا تعلیم دیتے ہوئے، یا اوراد میں مشغول ہی دیکھا جاتا تھا، اور ان کی آنکھوں کے درمیان میں سجدہ کا نمایاں نشان تھا، جس کو وہ چھپا کر رکھتے تھے۔

---

[1] الحسن بن محمد بن الحسن بن علي، العلامة أبو علي. ابن الشيخ أبي جعفر الطوسي رأس الرافضة. ولد ببغداد، وسمع من أبي محمد الخلال، وأبي الطيب الطبري. وأم بالمشهد بالكوفة. روى عنه عمر بن محمد النسفي، وهبة الله ابن السقطي، وجماعة.

بقي إلى هذه السنة، وكان متدينا كافا عن السب(تاريخ الإسلام، ج١٠، ص٧١٩، سنة اثنتين وتسعين وأربعمائة)

www.idaraghufran.org

اور ابنِ رطبہ کہتے ہیں کہ ابوعلی، اللہ کی ذات سے بہت زیادہ خشیت رکھتے تھے، عظیم خشوع، اور عبادت گذار تھے، خواص اور عوام کے نزدیک معظم تھے۔

اور وہ عراق میں مشہدِ علی میں قیام رکھتے تھے۔

ابوسعد سمعانی نے ان کی زیارت کی اور ان کی تعریف کی۔

محمد بن حسن نقاش وغیرہ نے بھی ان کی تعریف وتوصیف کی ہے''۔ [1]

اور صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (المتوفی:764ھ) نے اپنی تالیف'' الوافی بالوفیات '' میں فرمایا کہ:

''ابوعلی، حسن بن محمد بن حسن، رافضہ کے شیخ، اور ان کے عالم ہیں، اور رافضہ کے شیخ اور ان کے عالم ابوجعفر طوسی کے بیٹے ہیں، نہایت متقی کثیر الزہد عالم تھے، جن کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا، ان کی سمعانی اور عماد طبری نے تعریف کی ہے، ان کی پانچ سو چالیس

---

[1] الحسن بن محمد بن الحسن، شيخ الرافضة وعالمهم، أبو على.
ابن شيخ الرافضة وعالمهم الشيخ أبى جعفر الطوسى.
رحلت إليه طوائف الشيعة إلى العراق، وحملوا عنه.
ذكره ابن أبى طىء فى "تاريخه "فقال :كان ورعا، عالما، متألها، كثير الزهد والورع، قائما بالتلاوة والأوراد، والإشغال، والتصنيف، ولد بمشهد على عليه السلام، وقرأ على أبيه جميع كتبه،
حدثنى عماد الدين أبو جعفر محمد بن أبى القاسم الطبرى، قال :كان الشيخ أبو على الطوسى من أعبد الناس وأشدهم تألها، لم ير إلا قارئا، أو مصليا، أو معلما، أو مشتغلا، وكان بين عينيه كركبة العير من السجود، وكان يسترها.
وقال ابن رطبة :كان أبو على خشنا فى ذات الله، عظيم الخشوع والعبادة، معظما عند الخاصة والعامة.
وقال آخر :رأيت أبا على رجلا قد وهب نفسه لله، لم يجعل لأحد معه فيها نصيبا، ولا أشك أنه كان من خواص الأبدال.
قلت :وكان مقيما بمشهد على بالعراق.
قال العماد الطبرى :لو جازت الصلاة على غير النبى والإمام لصليت عليه، كان قد جمع العلم والعمل، وصدق اللهجة.
وقد زار أبو سعد السمعانى المشهد، وسمع عليه، وأثنى عليه.
وقال أبو منصور محمد بن الحسن النقاش :كنا نقرأ على الشيخ أبى على بن أبى جعفر، وإن كان إلا كالبحر يتدفق بجواهر الفوائد، وكان أروى الناس للمثل، والشاهد، وأحفظ الناس للأصول، وأنقلهم للمذهب، وأرواهم للحديث .قلت :روى عن :أبى الغنائم النرسى، وغيره(تاريخ الإسلام،ج ۱۱،ص ۷۴۰،سنة أربعين وخمسمائة)

کی حدود میں وفات ہوئی'' [1]

اورحافظ ابنِ حجر نے''لسانُ المیزان ''میں ابوجعفر طوسی کے بیٹے''حسن بن محمد بن حسن'' کا تذکرہ کرتے ہوئے، ان کو شیعہ مذہب کا فقیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشہد (نجف اشرف) میں ان کا امام قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ یہ''فی نفسہٖ صدوق'' ہیں، اور''متدین'' ہیں، اور''سب وشتم'' سے رکنے والے ہیں، ان کی وفات پانچویں سنہ کی حدود میں ہوئی۔ [2]

مذکورہ حوالوں سے ظاہر ہے کہ ابوجعفر طوسی کے بیٹے اپنے امامیہ اثنا عشری والد کے متبع ہی ہیں، لیکن ان کی تکفیر تو کیا کی جاتی، ان کو سچا، اور دین دار تک کہہ دیا گیا، اور ان کے اوصاف کو بھی تسلیم کیا گیا۔

اور صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی (المتوفی:764ھ) نے اپنی تالیف''أعیان العصر وأعوان النصر ''میں''محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم''کو''امامیہ'' کا شیخ اور ان کا عالم قرار دیا ہے، اور علامہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ''محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم'' نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا، اور ان سے صحابۂ کرام کے متعلق سب وشتم ثابت نہیں، بلکہ صحابۂ کرام کے فضائل میں ان کی ایک نظم ہے۔ اور علامہ ابنِ تیمیہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان سے سنی نے''شیعیت'' کی تعلیم حاصل کی، اور رافضی نے''سنت'' کی تعلیم حاصل کی، اور ان کے اوپر بہت سے لوگ جمع ہوئے، ان کی سات سو اکیس ہجری میں وفات ہوئی۔ [3]

---

[1] (شیخ الرافضة)الحسن بن محمد بن الحسن شیخ الرافضة وعالمهم أبو علی بن شیخ الرافضة وعالمهم الشیخ أبی جعفر الطوسی.رحلت طوائف الشیعة إلیه إلی العراق وحملوا عنه وكان ورعا عالما متألها كثیر الزهد وبین عینیه كركبة العنز من أثر السجود وكان یسترها.أثنی علیه السمعانی قال العماد الطبری لو جازت الصلاة علی غیر النبی صلی الله علیه وسلم وغیر الإمام لصلیت علیه توفی فی حدود الأربعین وخمسمائة(الوافی بالوفیات، ج۱۲، ص ۱۵۶)

[2] (ز): الحسن بن محمد بن الحسن بن علی الطوسی أبو علی بن أبی جعفر.
سمع من والده، وأبی الطیب الطبری والخلال والتنوخی ثم صار فقیه الشیعة وإمامهم بمشهد علی .
سمع منه أبو الفضل بن عطاف وهبة الله السقطی، ومحمد بن محمد النسفی.
وهو فی نفسه صدوق .مات فی حدود الخمس مئة وكان متدینا كافا عن السب(لسان المیزان لابنِ حجر، ج۳ص ۱۱۲، ۱۱۳،رقم الترجمة ۲۳۸۶)

[3] محمد بن أبی بكر بن أبی القاسم:شیخ الإمامیة وعالمهم شمس الدین الهمدانی الدمشقی السكاكینی الشیعی.قال شیخنا الذهبی، رحمه الله تعالی :حفظ القرآن بالسبع، وتفقه وتأدب، وسمع فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام صفدی نے ''امامیہ'' کے ایک شیخ اور بڑے عالم ''محمد بن عدنان بن حسن علوی'' کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو ''سید محی الدین'' کا لقب دیا ہے، اوران کو بڑا عابد وزاہد اور ولی قرار دیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ رات دن قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، اور حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اچھائی کے ساتھ تذکرہ کرتے تھے،ان کی وفات سات سو بائیس ہجری میں ہوئی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حداثته من الرشيد بن مسلمة، والرشيد العراقي، ومكي بن علان وجماعة، وخرج له ابن الفخر عنهم.
وربى يتيماً فأقعد فى صناعة السكاكين عند شيخين رافضيين، فأفسداه، وأخذ عن أبى صالح الحلبى، وصاحب الشريف محيى الدين بن عدنان.
وله نظم وفضائل، ورد على التلمسانى فى الاتحاد .وأم بقرية جسرين مدة، ثم أخرج منها .وأم بالسامرية، ثم إنه أخذه منصور بن جماز الحسينى معه إلى المدينة، لأنه صاحبها، واحترمه .وأقام بالحجاز سبعة أعوام، ثم رجع.وهو شيعى عاقل، لم يحفظ عنه سب، بل نظم فى فضائل الصحابة.
وكان حلو المجالسة، ذكياً عالماً فيه اعتزال، وينطوى على دين وإسلام، وتعبد، على بدعته، وترفض به ناس من أهل القرى.قال الشيخ تقى الدين بن تيمية، رحمه الله تعالى :هو ممن يتشيع به السنى، ويتسنن به الرافضى .وكان يجتمع به كثيراً وقيل :إنه رجع آخر عمره عن أشياء .نسخ "صحيح "البخارى، وكان ينكر الجبر ويناظر على القدر.وتوفى فى سادس عشرى صفر سنة إحدى وعشرين وسبع مئة.ومولده سنة خمس وثلاثين وست مئة (أعيان العصر وأعوان النصر،للصفدى، ج۴،ص۳۵۵، ۳۵۶،حرف الميم، تحت ترجمة ''محمد بن أبى بكر بن أبى القاسم'')

[1] محمد بن عدنان بن حسن:الشيخ الإمام العابد الشريف السيد محيى الدين العلوى الحسينى الدمشقى الشيعى، شيخ الإمامية وكبيرهم .ولى مرةً نظر السبع، مات ولداه زين الدين حسين وأمين الدين جعفر وهما من جلة رؤساء دمشق، باشر الأنظار ونقابة الأشراف، وتقدم ذكرهما فى مكانهما، فاحتسبهما عند الله تعالى .وأخبرنى غير واحد أنه لما مات كل منهما كان يسجيه قدامه وهو قاعد يتلو القرآن ولم تنزل له دمعة، وولى النقابة فى حالة حياته ابن ابنه شرف الدين عدنان بن جعفر إكراماً لجده.وكان محيى الدين ذا تعبد زائد وولاية وتلاوة دائمة وتأله، وانقطع بالمزة.
وكان يترضى عن عثمان وعن غيره من الصحابة، ويتلو القرآن ليلاً ونهاراً، ويناظر منتصرا للاعتزال متظاهراً بذلك.توفى رحمه الله تعالى ليلة الجمعة الثانى والعشرين من ذى القعدة سنة اثنتين وعشرين وسبع مئة.ومولده سنة تسع وعشرين وست مئة(أعيان العصر وأعوان النصر،للصفدى، ج۴،ص ۵۷۲، ۵۷۳، تحت ترجمة ''محمد بن عدنان بن حسن'' حرف الميم)
الشريف محيى الدين ابن عدنان محمد بن عدنان بن حسن الشيخ الإمام العالم العابد الشريف السيد محيى الدين العلوى الحسينى الدمشقى الشيعى شيخ الإمامية.ولد سنة تسع وعشرين وست مائة ولى مرة نظر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورحافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''اسعد بن عمر بن مسعود جبلی'' کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ''اسماعیلیہ'' اور ''نصیریہ'' کے رد میں تصنیف کی ہے، اور ابنِ ابی طی نے ان کو علمائے امامیہ میں سے قرار دیا ہے۔ [1]

الف لیلیٰ، اور علی بابا چالیس چور کا طعن، اور علمی خیانت

مغالطہ: ......اس کے بعد سلفی صاحب نے ماہنامہ حق چار یار، جنوری ۲۰۲۳ء کے صفحہ نمبر ۲۸ پر ہماری علمی و تحقیقی تالیف ج ۱۸ کے صفحہ نمبر ۴۸۱، و ۴۸۲ کے ایک ساڑھے تین سطری اقتباس کو نقل کیا ہے، جس میں سلفی صاحب کی طرف سے قوتِ نافذہ کی کمی اور تحقیقی شعور کے نہج کے فقدان کے الزام پر ہم نے کلام کیا تھا۔

اور اس پر سلفی صاحب نے ہماری تمام کتابوں کے بارے میں اپنے مسخرہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوے بے بنیاد، اور بلا دلیل، بلکہ خلافِ دلیل یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

''اگر ان میں سے قرآنی آیات، احادیثِ طیبات، اور اکابرینِ امت کے فرمودے چھان کر الگ کردیے جائیں، تو باقی بچی کھچی غفرانی تحقیق محض الف لیلیٰ کی داستانیں، دکھائی دیتی ہیں، یا علی بابا چالیس چور کی کہانیاں'' (ماہنامہ حق چار یار، جنوری ۲۰۲۳ء کے صفحہ نمبر ۲۸)

جوابِ مغالطہ: ......ہم اس سے پہلے سلفی صاحب کی ''الف لیلیٰ کی داستانوں، اور علی بابا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السبع وولى ابناه زين الدين حسين وأمين الدين جعفر نقابة الأشراف فماتا واحتسبهما عند الله.أخبرني غير واحد أنهما لما ماتا كل واحد منهما كان مسجى قدامه وهو قاعد يتلو القرآن لم تنزل له دمعة عليه وكان كل منهما رئيس دمشق وولى النقابة فى حياته ابن ابنه شرف الدين عدنان ابن جعفر.وكان محيى الدين ذا تعبد زائد وتلاوة وتأله وانقطاع بالمزة أضر مدة وكان يترضى على عثمان وغيره من الصحابة ويتلو القرآن ليلا ونهارا ويناظر منتصرا للاعتزال متظاهرا به توفى سنة اثنتين وعشرين وسبع مائة(الوافى بالوفيات، ج۴،ص ۶۹)

[1] (ز) :أسعد بن عمر بن مسعود الجبلى .بفتح الجيم والموحدة.أخذ عن الذى قبله وصنف فى الرد على الإسماعيلية والنصيرية، وغيرهم قاله ابن أبى طى قال :وكان من علماء الإمامية(لسان الميزان، ج۲، ص۹۵ ،حرف الألف، رقم الترجمة ۱۱۱۵)

چالیس چور کی کہانیوں'' اوران کی طرف سے اس طرح کی چیزوں کی پسندیدگی پر بخوبی روشنی ڈال چکے ہیں، یہ موصوف کی اسی ذہنیت کا تسلسل ہے'' قرآنی آیات، احادیثِ طیبات، اور اکابرینِ امت کے فرمودات'' کو الگ کر کے آخر اور کونسا دوسرا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا۔

اس کے بعد اب ہم کہتے ہیں کہ سلفی صاحب نے جو اپنے سابقہ اعتراضات کے ضمن میں اپنے احساس کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا کہ:

''آپ کے مضمون کے لفظ لفظ سے قوتِ نافذہ کی کمی اور تحقیقی شعور کے نہج کا شدید فقدان محسوس ہوا''

تو سلفی صاحب کے مندرجہ بالا احساس کا نہ تو حقیقت کے مطابق ہونا ضروری ہے، نہ ہی یہ کوئی حجتِ شرعیہ ہے، کیونکہ اس کا دلائلِ فقہیہ میں سے کسی بھی چیز سے تعلق نہیں۔

اس لئے سلفی صاحب کی طرف سے قوتِ نافذہ کی کمی، تحقیقی شعور کے نہج کے شدید فقدان جیسی چیزوں کی ہمارے سامنے کیا حیثیت واہمیت ہے؟

اس لئے موصوف کو چاہیے کہ اپنے اس تحقیقی شعور کو حفاظت سے اپنے پاس رکھیں، ہم اس باب میں جن فقہاء واکابر کے متبع ہیں، ان کے مقابلہ میں ہم اس باب میں موصوف کو ادنیٰ شعور کی بھی حیثیت نہیں دیتے، نہ ہی ان کے مقابلہ میں اس باب میں موصوف کی تحقیق کو قابلِ قبول وقابلِ اتباع سمجھتے، موصوف جتنا چاہیں زور لگالیں، وہ محض اس راستہ اور طریقہ سے نہ تو ہمارے مذکورہ اعتماد کو متاثر ومتزلزل کرسکتے، نہ ہی اس پر تسلط حاصل کرنے کا کوئی اختیار واقتدار اور جواز واستحقاق رکھتے۔

پھر اس کے بعد اپنی علمی خیانت کی بدترین عادت سے مجبور ہو کر سلفی صاحب نے ماہنامہ حق چار یار، جنوری کے مذکورہ صفحہ نمبر ۲۸ پر ہی ہمارے مضمون کے اس سے دو صفحات پہلے کی عبارت کے اس مختصر حصہ کو نقل کیا ہے، جو ماہنامہ حق چار یار کے صفحہ نمبر ۲۴ پر ایک خاص مذموم مقصد کے تحت انہوں نے حذف کر دیا تھا، اور اس کا ذکر پچھلی قسط میں گذر چکا ہے، وہ مختصر حصہ یہ ہے:

''اہلِ اہواء واہلِ بدعت، بشمولِ خوارج وروافض کی علی الاطلاق عدمِ تکفیر کے متعلق

باحوالہ کلام پہلے گزر چکا ہے، جبکہ ہم نے مزید احتیاط کے لیے اس میں کفریہ عقائد ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے تقسیم بھی کردی ہے، تا کہ کسی قسم کا شک وابہام نہ رہے، ورنہ تو متقدمین جمہور فقہائے کرام نے اس تقسیم کی بھی ضرورت نہ سمجھی، انہوں نے مطلقاً ہی عدمِ تکفیر کا قول کیا‘‘

سلفی صاحب نے اپنی اسی خیانت کو چھپانے کے لئے ہمارے مضمون کے صفحہ نمبر کا حوالہ بھی درج نہیں کیا۔

پھر ہمارے مضمون کے درج بالا حصہ کو نقل کرنے کے بعد سلفی صاحب نے ہمارے اس کے سوال کی عبارت کو نقل کیا ہے، جس پر ہماری طرف سے ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ اکتوبر ۲۰۲۰ء میں جواب شائع ہوا تھا، اور جس پر سلفی صاحب کو اصل پریشانی و بے چینی لاحق ہے۔

مذکورہ سوال کو نقل کرنے کے بعد سلفی صاحب نے ماہنامہ حق چار یار، جنوری کے اگلے صفحہ پر، یعنی صفحہ نمبر ۲۹ کے بالکل شروع میں یہ بھونڈا الزام عائد کیا ہے کہ:

’’اس سوال کے نیچے سائل کا نام درج نہیں ہے، کیونکہ یہ سوال غفرانی ادارہ کی کھڈی میں ہی تیار کیا گیا ہے، وگرنہ کوئی دانشمند سائل ایسوں سے فی زمانہ وہ مسائل نہیں پوچھتا، جو اس میدان کے شاہ سوار نہ ہوں، ایسے موجبِ غوایت وضلالت استفتاء خود ہی گھڑے جاتے ہیں، اور خود ہی ان کے جوابات مزعومہ خیالات کے تابع کر کے کتابوں میں شائع کردیے جاتے ہیں‘‘

سلفی صاحب جس طرح جہالت میں اپنی مثال آپ ہیں، اسی طرح ضد اور ہٹ دھرمی میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

سلفی صاحب دوسرے پر جو الزام عائد کرنا چاہتے ہیں، دراصل وہ خود ہی اپنے موجبِ جہالت، غوایت وضلالت مزعومہ خیالات کے تابع ہو کر اس طرح کی کھڈی تیار کرتے ہیں۔

سلف کے زمانہ سے لے کر مشائخِ دیوبند تک بے شمار فقہاء کی کتبِ فقہ وفتاویٰ طبع شدہ حالت میں کتب خانوں، مدارس وجامعات، اور دارالافتاؤں موجود ہیں، جن میں ہزاروں سوالات کے نیچے

سائلوں کے نام درج نہیں ہیں، اور اس نوعیت کے کئی سوالات ہیں، اور وہ سوالات دانشمند سائلوں کی طرف سے ان فقہاء وعلماء ومفتیان سے پوچھے گئے ہیں، جو اس میدان کے شاہ سوار تھے۔

ہم اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند سے کیے گئے سوال کو مذکورہ ماہنامہ التبلیغ ہی میں باحوالہ نقل کر چکے ہیں، جس میں سوال ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

سوال: شیعہ اثنا عشری مسلمان ہیں، یا کافر، اور ان کے ساتھ مناکحت جائز، اور ان کا ذبیحہ حلال ہے، یا نہیں، ان کا چندہ مسجد میں لینا، اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ (علمی وتحقیقی رسائل ج ۱۸، ص ۴۰۷)

جس کا جواب بھی جملہ اساتذہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ساتھ ہی شائع کیا گیا ہے۔

اگر جملہ اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے نزدیک، سلفی صاحب کے موقف کے مطابق اثنا عشریہ کے متعلق یہ غیر دانشمندانہ سوال ہوتا، تو پھر اس کے مذکورہ جواب کی کیا ضرورت تھی۔

اور ''مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ'' میں، خاص ''شیعہ اثنا عشریہ'' کے متعلق ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے:

سوال: شیعہ اثنا عشریہ مسلم ہیں، یا کافر، یعنی محجوب الارث والتناکح اور محکوم علیہم بالجہاد ہیں، یا نہیں، اور اگر ان کا کفر مانع عن الارث ثابت نہ ہو، تو لیہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین سے کون نظیر ثابت ہے کہ سنی باپ کا ترکہ شیعہ لڑکے کو ملا ہے؟

جواب: ''اثنا عشریہ کے کفر میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے، بعض نے سبِ شیخین کی وجہ سے ان کے کفر کا حکم دیا ہے، اور یہی اصحابِ فتاویٰ اور صاحبِ بحرالرائق اور صاحبِ در مختار کا قول ہے، لیکن مفتیٰ بہ اور اصح قول ان کی عدمِ تکفیر کا ہے، اور ''سبِ شیخین'' موجبِ کفر نہیں ہے، اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق ہے، اور جو کتبِ فتاویٰ میں کفر کا حکم مرقوم ہے، وہ دائرۂ تحقیق سے خارج ہے'' (مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ، ج ۳، ص ۷۹، کتاب الوراثۃ، مطبوعہ: ایم، ایچ، کمپنی، کراچی)

اس کے علاوہ بھی اس نوعیت کے بے شمار سوالات اور ان کے جوابات مشائخِ دیوبند کے مطبوعہ اردو

www.idaraghufran.org

فتاویٰ میں مذکور ہیں۔

اب اگر سلفی صاحب کو اس طرح کے سوالات وجوابات موجبِ غوایت وضلالت خود ہی گھڑے ہوئے ،اور مزعومہ خیالات کے تابع کرکے کتابوں میں شائع شدہ نظر آتے ہوں،تو یہ تخیلات وتوہمات ان ہی کو مبارک ہوں۔

سلفی صاحب علم وتحقیق ، بلکہ صحیح ودیانت دارانہ مطالعہ سے بھی کوسوں دور ،اور اس پر مستزاداً ڈھٹائی،اور بے حسی میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں،اس لئے وہ بار بار حجت تمام ہونے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی ترک کرنے کے لئے آمادہ نہیں،اور شاید قبروآخرت میں ان حرکات پر اللہ کی طرف سے سوال ومواخذہ کے منتظر ہیں۔

فَانۡتَظِرُوۡا اِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تکرارِ جنازہ وانتقالِ میت کی تحقیق (قسط11)

’’المحیطُ البرھانی‘‘ کا حوالہ

محمود بن احمد بن عبدالعزی حنفی (المتوفیٰ:616ھ) نے فقہ حنفی کی مطول کتاب’’المحیطُ البرھانی‘‘میں فرمایا:

’’اور(حنفیہ کے نزدیک) میت کی ایک سے زیادہ مرتبہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر کسی نے نمازِ جنازہ نہ پڑھا ہو،تو اس کو میت کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔امام شافعی کی دلیل صحابۂ کرام کا یکے بعد دیگرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا ثبوت ہے۔

اورامام شافعی کی ایک دلیل یہ ہے کہ میت کی نمازِ جنازہ میت کے لئے دعاء واستغفار کے لئے مقرر کی گئی ہے،اوردعاء واستغفار کا ایک سے زیادہ مرتبہ کرنا جائز ہے۔

اور ہمارے حنفی علماء نے اس روایت سے دلیل پکڑی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھا، جب جنازہ سے فارغ ہو گئے،تو عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، جن کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے،انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھنا چاہا،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازِ جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاسکتی،لیکن تم میت کے لئے دعاء واستغفار کرسکتے ہو۔اور جب ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی عاصم کی وفات ہوئی،تو انہوں نے بھی قبر پر حاضر ہوکر دعاء پر ہی اکتفاء کیا،نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پہلی جماعت کا فعل فرض واقع ہو چکا، اور نمازِ جنازہ میت کے حق کے لئے مقرر کی گئی ہے،جو پہلی جماعت سے اداء ہو چکا،

www.idaraghufran.org

اس کے بعد دوسری نمازِ جنازہ نفل واقع ہوگی، اور نفل نمازِ جنازہ مشروع نہیں، اور اگر ایسا کرنا جائز ہوتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر، اس کے زیادہ لائق تھی کہ جس کو اس کی زیارت کی توفیق ہو، وہ جب چاہے، وہاں نمازِ جنازہ پڑھ لے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے گوشت، زمین پر حرام ہیں، جس کے متعلق حدیث میں ذکر آیا ہے، لیکن اس کے باوجود کسی نے بھی آپ کی قبر پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔ امام محمد نے کتابُ الاصل میں فرمایا کہ مگر یہ کہ جبکہ پہلی مرتبہ ولی کے علاوہ کسی اور نے نمازِ جنازہ پڑھا ہو، تو ایسی صورت میں ولی کو دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز ہے، کیونکہ ولی کا حق مقدم ہے، اور کسی دوسرے کو اس کا حق ساقط کرنا جائز نہیں۔ اور صحابۂ کرام کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوق در جوق بار بار نمازِ جنازہ پڑھنے کی وجہ بھی یہی تھی، کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، جن کو خلیفہ ہونے کی وجہ سے اصل استحقاق حاصل تھا، وہ معاملات کو درست کرنے، اور فتنہ سے حفاظت میں مشغول تھے، اس لئے ان کی آمد سے پہلے دوسرے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا، پھر جب ابوبکر رضی اللہ نے فارغ ہوکر جنازہ پڑھا، تو اس کے بعد کسی نے جنازہ نہیں پڑھا۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں فوت ہونے والے شخص کے ولی شمار ہوتے تھے، اور غیر ولی جب نمازِ جنازہ پڑھ لے، تو ولی کو دوبارہ پڑھنے کا حق حاصل ہوتا ہے''۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة.وقال الشافعي رحمه الله :يجوز لمن لم يصل أن يصلى عليه.

حجته :أنه لما قبض رسول الله عليه السلام صلى على قبره الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين فوجا بعد فوج، ولأن الصلاة على الميت شرعت دعاء واستغفارا له،والدعاء والاستغفار مشروع مرة بعد مرة.

وعلماؤنا رحمهم الله :احتجوا بما روى أن رسول الله عليه السلام صلى على جنازة فلما فرغ جاء عمر رضى الله عنه، ومعه قوم، فأراد أن يصلى عليها فقال عليه السلام :الصلاة على الجنازة لا تعاد، ولكن ادع للميت واستغفر له ، وروى عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما :أنه لما مات أخوه عاصم قال لابن عاصم : أرنى قبر أبيک فأراه، فقام عليه ودعا ولم يصل عليه.

والمعنى :أن صلاة الفريق الأول وقعت فرضا أن صلاة الجنازة شرعت قضاء لحق الميت صار مقاما بالفريق الأول، فسقط الفرض بصلاة الفريق الثانى فيكون نفلا، والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع، ولو جاز ذلک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ بالاعبارت میں ذکرشدہ حضرت عمررضی اللہ عنہ کا واقعہ،جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عمرکو دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع کرنے کا ذکر ہے،اس کا ثبوت باسند طریقہ پر دستیاب نہ ہوسکا، بلکہ محدثین نے اس واقعہ کوغیر معروف اور بے سند قرار دیا ہے''ومن ادعیٰ فعلیہ البیان'' [1]

لہٰذااس حدیث سے استدلال راجح معلوم نہ ہوسکا،اورابنِ عمررضی اللہ عنہ کی مختلف مرویات کا ذکر پہلے گزر چکا ہے،اور باقی امور پر بھی کلام گزر چکا ہے،جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔(جاری ہے......)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾لكان الأولى أن يصلى على قبر رسول الله عليه السلام من رزق زيارته الآن؛ لأنه في قبره كما وضع؛ لأن لحوم الأنبياء حرام على الأرض، به ورد الأثر عن رسول الله عليه السلام، ولم يستقبل أحد بهذا، فعلم أنه لا تعاد الصلاة على الميت .قال محمد رحمه الله في الأصل :إلا أن يكون الذي صلى أول مرة غير الولي حينئذ يكون للولي حق الإعادة؛ لأن حق التقدم للولي، وليس لغيره؛ ولأنه إسقاط حقه.

وهو تأويل فعل الصحابة، فإن أبا بكر رضي الله عنه كان مشغولا بتسوية الأمور وتسكين الفتنة، وكانوا يصلون عليه قبل حضوره، وكان الحق لأبي بكر رضي الله عنه؛ لأنه كان هو الخليفة .فلما فرغ صلى عليه، ثم بعده لم يصل عليه أحد.وأما حديث النبي عليه السلام :كان هو الولي لمن مات بالمدينة، وغير الولي متى صلى على الميت كان للولي حق الإعادة(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج٢،ص ٢٠١،كتاب الصلاة،الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز)

[1] احتج أبو زيد بما روى أن عمر أتى بجنازة قد صلى عليها رسول الله صلى الله عليه و سلم فأراد أن يصلي عليها ثانيا فأخبره رسول الله صلى الله عليه و سلم أن الصلاة على الجنازة لا تعاد و هذا شيء لا يعرف(التحقيق في أحاديث الخلاف ،لا بن الجوزي ،ج٢،ص ١٦ ،مسائل الجنائز،مسألة يجوز أن يصلي على الجنازة من لم يصل مع الإمام)

مسألة:يجوز أن يصلي على الجنازة من لم يصل مع الإمام.وقال أبوحنيفة ومالك :لا تعاد الصلاة، إلا أن يكون الولي حاضرا، فيصلي غيره.لنا :ثابت، عن أبي رافع، عن أبي هريرة "أن رجلا أسود -أو امرأة سوداء -كان يقم المسجد، فمات فسأل عنه النبي (صلى الله عليه وسلم) فقالوا :مات.فقال :أفلا آذنتموني به، دلوني على قبره -أو قال :قبرها -فأتى قبره، فصلى عليه "(خ م). أحمد، نا أبو معاوية، نا الشيباني، عن الشعبي، عن ابن عباس "أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) صلى على قبر بعد ما دفن ."

شريك، عن أبي إسحاق، عن الشعبي، عن ابن عباس قال " :أبصر رسول الله قبرا حديثا، فقال :ألا آذنتموني بهذا؟ قالوا :كنت نائما، فكرهنا أن نوقظك .فقام فصلى عليه، فقمت عن يساره، فجعلني عن يمينه ."شعبة، عن حبيب بن الشهيد، عن ثابت، عن أنس "أن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) صلى على قبر امرأة قد دفنت ."ابن أبي عروبة، عن قتادة، عن ابن المسيب "أن أم سعد ماتت، والنبي (صلى الله عليه وسلم) غائب، فلما قدم صلى عليها، وقد مضى لذلك شهر ."فذكروا خبرا لا يعرف قط "أن عمر أتى بجنازة قد صلى عليها النبي (صلى الله عليه وسلم) فأراد أن يصلي عليها ثانيا، فأخبر رسول الله أن الصلاة على الجنازة لا تعاد (تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق، لشمس الدين الذهبي، ج ١،ص ٣١٦،الجنائز)

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط89 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ستّر سرداروں کا انتخاب

جب موسیٰ علیہ السلام ’’طور پہاڑ‘‘ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی ’’توراۃ‘‘ لے کر بنی اسرائیل کے پاس آئے، اور اُن کے سامنے توراۃ اور نئی شریعت پیش کی، تو بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ کتاب واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے، یا آپ خود بنا لائے ہیں، ہم تو اس وقت تک اس ’’کلام‘‘ کے اللہ کا کلام ہونے کا یقین نہیں کریں گے، جب تک ہم اپنے کانوں سے اللہ کا کلام نہ سن لیں، اور اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں، اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں، تو پھر بے شک یقین کرلیں گے۔

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ یہ بے وقوفانہ مطالبہ ہے، اللہ تعالیٰ کو دنیاوی آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہیں، یہ نہیں ہوسکتا، مگر بنی اسرائیل کا اصرار جاری رہا، حضرت موسیٰ نے جب بنی اسرائیل کا اصرار دیکھا، تو فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ تم لاکھوں کی تعداد میں میرے ساتھ ’’طور‘‘ پر تصدیق کے لیے جاؤ، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ تم میں سے چند سردار منتخب کرکے ساتھ لے جاتا ہوں، وہ اگر واپس آ کر تصدیق کرلیں، تو پھر تم بھی تسلیم کرلینا۔ [1]

---

[1] بعض مفسرین کے نزدیک جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی، موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستر آدمی کو منتخب کیا، کہ کوہ طور پر جا کر اللہ تعالیٰ سے اس برے فعل کی معافی طلب کریں، لیکن وہاں پر اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے بعد ان لوگوں نے یہ بے ادبی کی کہ اے موسیٰ! ہم ہرگز تیری تصدیق نہیں کریں گے، جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو ظاہراً نہ دیکھ لیں اس پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دی۔ واللہ اعلم۔

وقال الربيع بن أنس كان موتهم عقوبة لهم فبعثوا من بعد الموت ليستوفوا آجالهم، وكذا قال قتادة، وقال ابن جرير: حدثنا محمد بن حميد حدثنا سلمة بن الفضل عن محمد بن إسحاق، قال: لما رجع موسى إلى قومه فرأى ما هم عليه من عبادة العجل، وقال لأخيه وللسامرى ما قال، وحرق العجل وذراه فى اليم، اختار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام قبیلوں سے ستّر(70) سرداروں کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لے لیا، اور ''طور'' پر جا پہنچے، ''طور'' پر سفید بادل کی طرح ''نور'' نے حضرت موسیٰ کو گھیر لیا، اور حضرت موسیٰ کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی شروع ہوگئی، حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آپ کو بنی اسرائیل کے حالات کا اچھی طرح علم ہے، میں ان کی ضد پر ستّر آدمی منتخب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ موسى منهم سبعين رجلا الخير فالخير، وقال: انطلقوا إلى الله وتوبوا إلى الله مما صنعتم، واسألوه التوبة على من تركتم ورائكم من قومكم، صوموا وتطهروا وطهروا ثيابكم. فخرج بهم إلى طور سيناء لميقات وقته له ربه، وكان لا يأتيه إلا بإذن منه وعلم، فقال له السبعون— فيما ذكر لى— حين صنعوا ما أمروا به، وخرجوا للقاء ربه، قالوا: يا موسى، اطلب لنا إلى ربك نسمع كلام ربنا، فقال: أفعل، فلما دنا موسى من الجبل وقع عليه عمود من الغمام حتى تغشى الجبل كله، ودنا موسى فدخل فيه، وقال للقوم: ادنوا، وكان موسى إذا كلمه الله وقع على جبهته نور ساطع لا يستطيع أحد من بنى آدم أن ينظر إليه، فضرب دونه بالحجاب، ودنا القوم حتى إذا دخلوا فى الغمام وقعوا سجودا فسمعوه وهو يكلم موسى يأمره وينهاه: افعل ولا تفعل، فلما فرغ إليه من أمره انكشف عن موسى الغمام، فأقبل إليهم، فقالوا لموسى لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فأخذتهم الرجفة وهى الصاعقة، فماتوا جميعا، وقام موسى يناشد ربه ويدعوه ويرغب إليه ويقول رب لو شئت أهلكتهم من قبل وإياى قد سفهوا، أفتهلك من ورائى من بنى إسرائيل بما فعل السفهاء منا؟ أى إن هذا لهم هلاك واخترت منهم سبعين رجلا الخير فالخير، أرجع إليهم وليس معى منهم رجل واحد، فما الذى يصدقونى به ويأمنونى عليه بعد هذا؟ إنا هدنا إليك فلم يزل موسى يناشد ربه عز وجل ويطلب إليه حتى رد إليهم أرواحهم، وطلب إليه التوبة لبنى إسرائيل من عبادة العجل، فقال: لا، إلا أن يقتلوا أنفسهم— هذا سياق محمد بن إسحاق..........

القول الثانى فى الآية: قال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم فى تفسير هذه الآية: قال لهم موسى لما رجع من عند ربه بالألواح قد كتب فيها التوراة فوجدهم يعبدون العجل، فأمرهم بقتل أنفسهم ففعلوا، فتاب الله عليهم، فقال: إن هذه الألواح فيها كتاب الله فيه أمركم الذى أمركم به ونهيكم الذى نهاكم عنه. فقالوا: ومن يأخذه بقولك أنت؟ لا والله حتى نرى الله جهرة حتى يطلع الله علينا فيقول: هذا كتابى فخذوه، فما له لا يكلمنا كما يكلمك أنت يا موسى، وقرأ قول الله لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة قال: فجائت غضبة من الله فجائتهم صاعقة بعد التوبة فصعقتهم فماتوا أجمعون(تفسير ابن كثير، ج ١ ص ١٦٧، ١٦٨، سورة البقرة)

لیکن اگر یہ بات تھی، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، تو ان پر زلزلہ مسلط کرنے کی کوئی معقول توجیہ واضح نہیں ہوتی، اور اس سلسلہ میں جو توجیہات بیان کی جاتی ہیں، تکلف سے خالی نہیں ہیں۔ لہٰذا زیادہ صحیح بات وہ معلوم ہوتی ہے، جو اوپر متن میں مذکور ہوئی کہ جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) تورات لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہمیں اس بات کا یقین کیسے آئے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ ہی نے نازل کی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے فرمایا کہ وہ قوم کے ستر نمائندے منتخب کر کے انہیں کوہ طور پر لے آئیں، اور بعض روایات میں ہے کہ وہاں ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام سنا دیا گیا، لیکن اب انہوں نے اپنے مطالبے کو بڑھا کر یہ کہا کہ ہمیں تو اس وقت تک یقین نہیں آئے گا جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں نہ دیکھ لیں۔ اس معاندانہ مطالبے کی وجہ سے ان پر بجلی کا کڑکا ہوا جس نے زلزلے کی کیفیت پیدا کر دی اور وہ سب بے ہوش ہوگئے (کذا فی ''آسان ترجمہ قرآن'' سورہ اعراف، وقصص القرآن للسیوہاروی، ج ا ص ۳۸۲، ۳۸۳، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

www.idaraghufran.org

کرکے لایا ہوں، اگر یہ لوگ بھی میری اور آپ کی ہم کلامی کو سن لیں، اور قوم کے پاس جاکر تصدیق کرنے کے قابل ہو جائیں، تو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اچھا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی دعاء منظور فرمالی، اور ان کو بھی ''نور'' کے حجاب میں لے لیا گیا۔

لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام خود سنا تو اس وقت ایک اور مطالبہ رکھ دیا کہ ہمیں تو اللہ کا کلام سننے سے قناعت نہیں ہوتی، نہ معلوم کون بول رہا ہوگا، اس لیے ہم اس وقت یقین نہیں کریں گے، جب تک ہم خود اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہ لیں۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ۵۵)

یعنی ''اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھیں اللہ کو سامنے، پھر آلیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے''۔

جب بنی اسرائیل کے منتخب سرداروں نے موسیٰ علیہ السلام پر یقین کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا گستاخانہ مطالبہ کیا، تو وہیں بجلی کا کڑکا ہوا جس نے زلزلے کی کیفیت پیدا کردی، اور ''طور پہاڑ'' پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانے والے بنی اسرائیل کے ستّر سردار سب ہلاک ہوگئے اور مَر گئے، اور یہ لوگ حقیقت میں مَر چکے تھے، کسی غشی یا سکتے کی حالت میں نہ تھے، اور نہ ہی کوئی خواب تھا، کیونکہ آیت میں موت کا صاف لفظ موجود ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

[1] فأخذتكم الصاعقة أى استولت عليكم وأحاطت بكم، وأصل – الأخذ – القبض باليد، والصاعقة هنا نار من السماء أحرقتهم، أو جند سماوى سمعوا حسهم فماتوا، أو صيحة سماوية خروا لها صعقين ميتين يوما وليلة (تفسير الآلوسي، ج ١ ص ٢٦٣، سورة البقرة)

ذُوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام

''ماہِ ذی الحجہ'' سے متعلق فضائل ومسائل اور بدعات ومنکرات، ماہِ ذی الحجہ خصوصاً عشرۂ ذی الحجہ، شبِ عید، عیدُ الاضحیٰ اور قربانی کے فضائل ومسائل، ماہِ ذی الحجہ سے متعلق پائے جانے والے منکرات وبدعات

مصنف: مفتی محمد رضوان

طب و صحت

حکیم مفتی محمد ناصر

اسہال (یعنی دَست Diarrhoea) کا علاج

اسہال یعنی دَست Diarrhoea ایک مشہور مرض ہے، جس میں پاخانہ ڈھیلا، پانی دار اور بے ساختہ انداز میں بار بار ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں اس مرض کے علاج کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ، ثُمَّ جَائَهُ فَقَالَ: إِنِّي سَقَيْتُهُ عَسَلًا فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا، فَقَالَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: اسْقِهِ عَسَلًا فَقَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ اللهُ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ فَسَقَاهُ فَبَرَأَ (مسلم، رقم الحدیث ۹۱ "۲۲۱۷"، باب التداوی بسقی العسل)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کو دَست لگ گئے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ، اس نے اپنے بھائی کو شہد پلایا، پھر آ کر عرض کیا کہ میں نے اسے شہد پلایا لیکن اس کے دستوں میں مزید زیادتی ہوگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین مرتبہ یہی فرمایا، پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ، اس نے عرض کیا کہ میں نے اسے پلایا ہے، لیکن اس کے دَستوں میں زیادتی ہی ہوتی چلی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، پس اس نے پھر اپنے بھائی کو شہد پلایا تو وہ صحت مند ہو گیا (مسلم، بخاری)

مذکورہ حدیث میں اسہال یعنی دَست کے علاج کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کو شہد

www.idaraghufran.org

پلانے کا حکم فرمایا، جس سے مریض کو شروع میں دَستوں میں زیادتی ہوئی، اور بالآخر مریض تندرست ہوگیا۔اطباء نے اسہال یعنی دَست کی بیماری کی مختلف وجوہات اوران کے علاج کے مختلف طریقے بیان کیے ہیں، چنانچہ معدہ خراب ہونے کی وجہ سے یا آنتوں کی خرابی کی وجہ سے، یا کبھی جگر کی خرابی سے اور بعض اوقات دماغ کی کمزوری وخرابی کی وجہ سے بھی اسہال یعنی دَست کا مرض پیدا ہوجاتا ہے، لہٰذا اسہال یعنی دَست کا مرض جس وجہ اورسبب سے پیدا ہوا ہو، اسی وجہ اور سبب کو مدنظر رکھتے ہوئے علاج کرنا، صحیح طریقہ ہے۔

مذکورہ حدیث میں اسہال کے مرض کے علاج کے لئے شہد پلانے کا ذکر آیا ہے، اس کی اہلِ علم نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ اسہال کا مرض جب خراب اور نامناسب غذا کھانے کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، تو ایسی صورت میں جب تک فاسد اور خراب غذا جسم سے باہر نہ نکل جائے، اس وقت تک مکمل صحت حاصل نہیں ہوسکتی، شہد کیونکہ انتہائی پاکیزہ غذا اور دواء ہے، اور قدرت نے شہد میں فاسد اور خراب غذا کو جسم سے باہر نکالنے کی صلاحیت رکھی ہے، اس لئے اس شخص کے لئے شہد پینا مفید تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کے اندر موجود اعضاء میں یہ خاصیت رکھی ہے، کہ جب بیماری انسانی جسم پر حملہ کرتی ہے، تو یہ اعضاء بیماری کے خلاف اپنا دفاع پہلے خود کرتے ہیں، اسی دفاع کو انسانی جسم کی قوتِ مدافعہ (Immunity) کہا جاتا ہے، مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں مذکور شخص کو پہلے سے اسہال جاری تھے، گویا اس شخص کی قوتِ مدافعہ (Immunity) پہلے سے جسم میں موجود خراب غذا کے جسم سے اخراج کے لئے متحرک تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس شخص کو شہد پلانے کا حکم فرمایا، تا کہ خراب غذا کے تمام اجزاء اس شخص کے جسم سے باہر نکل جائیں، اور وہ شخص مکمل صحت مند ہوسکے، نیز مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علاج یقین اور صبر کے ساتھ کرانا چاہئے، کیونکہ بعض اوقات علاج کی ابتداء میں فوری نتائج سامنے نہیں آتے، مگر وہ علاج درست ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ دَستوں کا آنا ابتداء میں مرض نہیں ہوتا، بلکہ بیماری اور مرض کو ختم کرنے کا خودکار طریقۂ علاج ہے، چنانچہ قدیم طب سے یہ اصول ثابت ہے کہ اطباء بہت سی بیماریوں اور بالخصوص معدہ اور پیٹ کے امراض کے علاج میں، مسہل یعنی پیٹ صاف کرنے والی دواء دیتے ہیں، تا کہ جسم سے بیماری کا اخراج ہوکر مکمل صحت حاصل ہو۔

اخبارِ ادارہ — مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□......23/30/رمضانُ المبارک،اور7/14/21/28شوالُ المکرّم1444ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□......25/رمضانُ المبارک،اور9/16/23/30/شوالُ المکرّم1444ھ،بروزاتوارمدیرصاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□......20/رمضانُ المبارک بروز منگل (اکیسویں شب میں) مولانا غلام بلال صاحب کا تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا،چوبیسویں شب میں حضرت مدیر صاحب اور مولانا محمد ریحان صاحب (ابنِ مفتی صاحب مدیر) کا مسجدِ غفران میں تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا،اسی شب حافظ محمد عفان صاحب (ابنِ مفتی صاحب مدیر) کا جناب فرقان خان صاحب (برادر مفتی صاحب) کی رہائش گاہ میں تراویح میں تکمیلِ قرآن ہوا،تکمیل کے بعد وعظ اور دعاء کی مختصر تقریب ہوئی،پچیسویں شب روات میں واقع ادارہ غفران کی شاخ کی مسجد میں تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا،اسی شب مسجد نسیم میں بندہ محمد ناصر کا بھی تراویح میں قرآن مجید مکمل ہوا،25/رمضان بروز اتوار،مفتی صاحب مدیر کا جامع مسجد الیاس (ماڈل ٹاؤن،ہمک) میں بعد ظہر مفصل بیان ہوا،چھبیسویں شب میں مسجد قائم دین (کالج روڈ) میں تراویح میں تکمیلِ قرآن کے موقع پر مفتی صاحب مدیر کا بیان ہوا،ستائیسویں شب میں مفتی صاحب مدیر کا جامع مسجد محمدی (بھا بھڑا بازار) میں تراویح میں تکمیلِ قرآن کی تقریب کے موقعہ پر بیان ہوا۔

□......یکم شوال/بروز ہفتہ،مسجدِ غفران میں عیدُ الفطر کی نماز حضرت مدیر صاحب نے اور مسجد نسیم میں بندہ محمد ناصر نے صبح ساڑھے سات بجے اور مسجد بلال،صادق آباد میں مفتی محمد یونس صاحب نے صبح سات بجے پڑھائی۔

□......10/شوال،بروز پیر سے ادارہ میں معمولات کا آغاز ہوا،اور تعلیمی شعبہ جات میں قدیم داخلوں کی تجدید کا سلسلہ ایک ہفتہ تک،اور اس کے بعد حسبِ گنجائش جدید داخلے ہوئے۔

□......22/شوال (13/مئی) بروز ہفتہ سے ادارہ غفران میں اجتماعی قربانیوں کی بکنگ کا سلسلہ جاری ہے،اس سال بڑے جانوروں میں دو قسم کے حصے درج ذیل نرخوں کے مقرر کیے گئے ہیں:

عام حصہ:18,500 روپے — متوسط حصہ:23000 روپے

بکرا — 45,000 روپے